(صرف احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے)

مولوی مودودی صاحب کے رسالہ ''ختم نبوت''

پر

علمی تبصرہ

مصنفہ

مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل

پیش لفظ

مولوی ابوالا علےٰ صاحب مودودی نے صوبائی اور قومی اسمبلیوں کے انتخابات کے موقع پر جماعت احمدیہ کے خلاف اپنا رسالہ ''ختم نبوت'' ہزار ہا کی تعداد میں شائع کروا کر جماعت احمدیہ پر منکر ختم نبوت ہونے کا جھوٹا الزام لگایا ہے اور مسلمانوں میں نفرت پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ہم اس رسالہ پر علمی تبصرہ الیکشن گزر جانے کے بعد شائع کر رہے ہیں تا اس کی مذہبی حیثیت میں کسی سیاسی غرض کا شائبہ نہ پایا جائے۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے الفاظ میں ہمارا عقیدہ یہ ہے:۔

(ا)''ہم اس بات پر سچا ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا **ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین** ''(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد ۱۸ ص ۲۰۷)

(ب)''ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں سوائے اس کے جو آپ کے نور سے منور ہو اور اس کا ظہور آپ کے ظہور کا ظل ہو''

(ترجمہ از عربی الاستفتاء روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۶۴۳)

جمہور علمائے امت بھی مسیح موعود کو بموجب حدیث نبوی امتی نبی تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔اور ایک گروہ مسلمانوں کا مسیح کے نزول کی حدیثوں سے امام مہدی کا مثیل عیسیٰ ہونا مانتا چلا آیا ہے (اقتباس الانوار ص ۵۲)

جماعت احمدیہ بھی اس سچائی پر قائم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن مجید کی آیات بینات کی رو سے وفات پا چکے ہیں اور نزول مسیحؑ سے ان کے مثیل کی آمد مراد ہے۔

عالی مرتبت علامہ محمود الشلتوت جو ازہر کی دینی یونیورسٹی کے ریکٹر ہیں لکھتے ہیں:۔

''قرآن کریم اور صحیح و مستند احادیث میں ہمیں ہرگز کوئی ثبوت نہیں ملتا جس پر ہم اس عقیدے کی بنیاد رکھ سکیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور وہ اب

تک بقید حیات موجود ہیں اور اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک وہ آخری زمانہ میں زمین پر نہ آجائیں'' (مجلۃ الازہر فروری ۱۹۶۰ء)

علامہ محمود الشلتوت سے پہلے مفتی دیارِ مصر یہ علامہ رشید رضا مرحوم فرما چکے ہیں:۔

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہندوستان میں ہجرت کر کے وہاں وفات پا جانا عقل و نقل کے خلاف نہیں'' (رسالہ المنار جلد ۱۵ ص ۹۰۰۔۹۰۱)

علامہ اقبال فرماتے ہیں:۔

''احمدیوں کا عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک فانی انسان کی طرح وفات پا چکے ہیں اور ان کی دوبارہ آمد کا مطلب یہ ہے کہ روحانی لحاظ سے ان کا مثیل آئیگا کسی حد تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے'' (آزاد ۶۔اپریل ۱۹۵۱ء۔تحریک احمدیت وختم نبوت)

مودودی صاحب کو دعوت

مودودی صاحب اپنے رسالہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مادی جسم کے ساتھ آسمان سے اترنے کی امید دلاتے ہیں۔آسمان سے مادی جسم کے ساتھ اترنا تبھی ممکن ہے کہ پہلے ان کا مادی جسم کے ساتھ آسمان پر جانا ثابت ہو اور وہ آسمان پر بقید حیات ہوں۔لہٰذا ہم مودودی صاحب کو حیات و وفات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر تحریری مبادلۂ افکار کی **دعوت** دیتے ہیں گو ہمیں امید نہیں کہ مودودی صاحب اس کے لئے تیار ہوں کیونکہ وہ صاف کہہ چکے ہیں:۔

''حیات مسیح اور رفع الی السماء قطعی طور پر ثابت نہیں۔قرآن کی مختلف آیات سے یقین پیدا نہیں ہوتا'' (تقریر اچھرہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء)

جب مودودی صاحب کو ان کے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر جانے کا یقین ہی پیدا نہیں ہوا تو وہ ان کے آسمان سے مادی جسم کے ساتھ اتر آنے کا یقین کیسے دلاتے ہیں؟

اگر مودودی صاحب اس فیصلہ کے لئے آمادہ نہ ہوئے تو صاف ظاہر ہے کہ ان کا رسالہ محض سیاسی نوعیت کا حامل تھا۔ان کا مقصد احمدیوں کو قائل کرنا نہ تھا بلکہ جماعت احمدیہ کے خلاف محض فتنہ پردازی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے رسالہ ختم نبوت پر

علمی تبصرہ

اور

ان سے چند سوالات

مولوی ابوالا علےٰ مودودی صاحب نے حال ہی میں جو رسالہ ختم نبوت کے عنوان سے تحریر کیا ہے اس میں لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اصالتاً اترنے کی طمع خام دلا کر انہیں مسلوب النبوۃ قرار دیا ہے تا وہ آیت خاتم النبیین کے اپنے مزعوم معنے محض ''آخری نبی'' قرار دے سکیں۔ حالانکہ تمام علمائے امت مسیح موعود کو آنحضرت ﷺ کے تابع نبی یقین کرتے چلے آئے ہیں اور اس طرح وہ آنحضرت ﷺ کو آخری شارع اور آخری مستقل نبی یقین کرتے رہے ہیں جماعت احمدیہ بھی ان معنوں میں آنحضرت ﷺ کو آخری نبی یقین کرتی ہے مگر مودودی صاحب اپنے مزعوم معنے کے پیش نظر محض فتنہ انگیزی کے لئے جماعت احمدیہ کو منکر ختم نبوت قرار دے کر کافر ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ ان کے مزعوم معنی کو اگر درست سمجھ لیا جائے تو وہ تمام علمائے امت منکرین ختم نبوت قرار پاتے ہیں جو حضرت عیسیٰ نبی اللہ کے آنحضرت ﷺ کے بعد مسلوب النبوۃ ہو کر آنے کے عقیدہ کو درست نہیں سمجھتے بلکہ کفر سمجھتے ہیں۔

مولوی مودودی صاحب کا یہ مضمون تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں اور علامہ اقبال کے مکتب خیال کے حامیوں کے لئے سخت قابل تعجب ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ مانتے ہیں اور ان کے آسمان سے اصالتاً آنے کے قائل نہیں۔

جماعت احمدیہ کے علماء کو آیت خاتم النبیین کے ان معنوں سے علمائے امت کے ساتھ اصولی اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں اور یہ کہ مسیح موعود ایک پہلو سے امتی ہیں اور ایک پہلو سے نبی ۔اگر جماعت احمدیہ کو ان علماء سے کوئی اختلاف ہے تو صرف مسیح موعود کی شخصیت کی تعیین میں اختلاف ہے کہ آنے والا مسیح موعود اصالتاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی امت کا ایک فرد ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل اور ان کے رنگ میں رنگین ہو کر آنے والا تھا۔ یہ اختلاف ختم نبوت کے معنوں میں نہیں محض موعود امتی نبی کی تعیین میں ہے۔علمائے امت کو یہ بھی مسلّم ہے کہ پیشگوئیوں کی پوری حقیقت اکثر ان کے پورا ہونے پر کھلتی ہے اور قبل از ظہور پیشگوئی اس پر کسی خاص معنوں پر اتفاق بھی ہو تو اسے اجماع امت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مولوی مودودی صاحب آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں قرآن شریف سے ایک بھی آیت پیش نہیں کر سکے۔حالانکہ ایسے جدید وصف کی تفسیر جس سے پہلے مخلوق ناآشنا تھی خود خدا تعالیٰ کو کرنی چاہئے ۔مگر مولوی صاحب کو اپنے معنی کی تائید میں قرآن شریف سے ایک آیت بھی نہیں ملی۔لیکن اس کے باوجود وہ چند احادیث کے غلط معنی لے کر اپنے رسالہ میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آیت خاتم النبیین اور احادیثِ نبویہ سے آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا بکلی انقطاع ثابت ہے۔اپنے اس خیال پر وہ ایسے نازاں ہیں گویا وہ خدا تعالیٰ کو اپنے ان معنوں کا قائل کر سکتے ہیں۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

’’اب اگر بفرض محال نبوت کا دروازہ واقعی کھلا بھی ہو اور کوئی نبی آ بھی جائے تو ہم بے خوف وخطر اس کا انکار کر دیں گے ۔خطرہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی باز پرس کا ہی تو ہو سکتا ہے۔ وہ قیامت کے روز ہم سے پوچھے گا تو ہم سارا ریکارڈ برسرِ عدالت لا کر رکھ دیں گے جس سے ثابت ہو جائے گا کہ معاذ اللہ اس کفر کے خطرے میں تو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت نے ہی ہمیں ڈالا تھا۔ہمیں قطعاً کوئی اندیشہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کسی نئے نبی پر ایمان

نہ لانے کی سزا دے ڈالے گا'' (ختم نبوت صفحہ ۳۳)

مولوی مودودی صاحب کی یہ کیسی جسارت ہے کہ خدا تعالیٰ امت محمدیہ میں نبی بھیجے تو وہ اس کا انکار کر کے یہ امیدیں رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر الزام دے کر خدا تعالیٰ کو ان کے مؤاخذہ سے عاجز کر دیں گے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

گر تو قرآں بریں نمط خوانی   ببری رونقِ مسلمانی

یہودیوں کا ریکارڈ:۔ اگر اس قسم کا عذر خدا تعالیٰ کے حضور درست ہو اور ایسے لنگ عذرات پر انسان خدا کو مؤخذہ سے عاجز کر سکتا ہو تو یہودی بھی بعینہٖ خدا تعالیٰ کے حضور اس قسم کا ریکارڈ اپنی بریت کے لئے پیش کر سکتے ہیں اور وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے تمہارے بھیجے ہوئے یسوع مسیح کو اس لئے قبول نہیں کیا تھا کہ ہماری مسلمہ کتاب سلاطین میں لکھا تھا کہ ایلیاء نبی بگولے میں ہو کر زندہ آسمان پر چلا گیا ہے (۲۔سلاطین باب ۲ آیت ۱۲) اور ملاکی نبی کی کتاب میں مسیح کے ظہور سے پہلے ایلیاہ کا آنا ضروری قرار دیا گیا ہے (ملاکی باب ۴ آیت ۶) ہم نے یسوع کی اس تاویل کو کہ ایلیاہ کی دوبارہ آمد سے یوحنا (یحیٰ علیہ السلام) کا ایلیاہ کے مثیل کے طور پر آنا مراد ہے قبول نہیں کیا تھا کیونکہ ہماری کتابوں میں صریح طور پر ایلیاہ کے آسمان پر جانے اور موعود مسیح سے پہلے دوبارہ آنے کی پیشگوئی موجود تھی۔ نیز پیشگوئیوں میں یہ بھی لکھا تھا کہ خداوند خدا مسیح کو اس کے باپ داؤد کا تخت دے گا مگر یسوع کہتا تھا کہ میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں بلکہ آسمانی ہے۔ ہمیں تو گمراہی میں تمہاری اور تمہارے نبیوں کی پیشگوئیوں نے ڈالا ہے۔ اب تمہیں ہمارے مسیح کا انکار کرنے پر مؤاخذہ کا کوئی حق نہیں۔

سوال نمبر ا:۔ کیا مودودی صاحب بتا سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سامنے ایسا ریکارڈ پیش کرنے پر یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مسیحیت و نبوت کا انکار کر کے مؤاخذہ الٰہی سے بری ہو سکتے

ہیں؟اگرنہیں تو پھر وہ اپنا مزعومہ ریکارڈ پیش کر کے اور آیت خاتم النبیین کے قرآن مجید اور بعض احادیث نبویہ کے خلاف معنی کر کے کس طرح مؤاخذہ سے بری ہو سکتے ہیں۔ان کا یہ مزعومہ ریکارڈ ہرگز ان کی تائید نہیں کرے گا۔ بلکہ خدا تعالیٰ انہیں قرآنی آیات اور احادیث نبویہ پیش کر کے ملزم کردے گا کیونکہ قرآن مجید کی روشنی میں صرف تشریعی نبوت اور مستقلہ نبوت کا آنحضرت ﷺ کے ذریعہ انقطاع ہوا ہے نہ کہ امتی نبوت کا۔امتی نبوت کے امکان کے ثبوت میں قرآن مجید اور احادیث کی کئی نصوص موجود ہیں۔جب اللہ تعالیٰ ان آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ کا ریکارڈ ان کے سامنے رکھ دے گا تو معلوم نہیں اس وقت مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کا خدا کے حضور کیا جواب ہوگا۔یہ جواب ہم ان سے اب سننا چاہتے ہیں وہ ذیل کے ریکارڈ کو مدنظر رکھ کر اپنا جواب دیں۔

جوابی ریکارڈ:۔(۱)اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُوْلٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُوْلٰئِكَ رَفِيْقاً

(النساء ۷۰)

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (محمد مصطفیٰ ﷺ) کی اطاعت کریں پس وہ ان کے ساتھ شامل ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی نبی صدیق شہید اور صالح اور یہ ان کے اچھے ساتھی ہیں۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی سے ایک انسان صالحیت کے مقام سے ترقی کر کے نبوت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے اگر آیت کے یہ معنے کئے جائیں کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے والے صرف ظاہری طور پر نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہیں ہوں گے تو یہی تشریح دوسرے تین مدارج کے بارے میں بھی کرنا پڑے گی اور

آنحضرت ﷺ کے پیرو صرف بظاہر صدیقوں ،شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوں گے خود صدیق ،شہید اور صالح نہیں ہوں گے۔ یہ تشریح صحیح نہیں کیونکہ یہ معنی آنحضرت ﷺ کی شانِ بزرگ کے صریح منافی ہیں کہ ان کی پیروی سے کوئی شخص صدیق شہید اور صالح بھی نہیں ہوسکتا بلکہ صرف ظاہری طور پر ان کے ساتھ ہوگا حالانکہ امت محمدیہ کے اطاعت کرنے والوں کا اس دنیا میں زمانی اور مکانی طور پر پہلے انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہونا امر محال ہے اور آیت **فاولٓئک مع الذین انعم اللہ علیھم** جملہ اسمیہ ہے جو استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنی اس دنیا میں ان کے ساتھ ہونا بھی ثابت کرتا ہے پس اس دنیا میں ساتھ ہونے میں مرتبہ پانا ہی مراد ہوسکتا ہے۔

امام راغبؒ کی تفسیر:۔ ہمارے انہی معنوں کی تائید امام راغب علیہ الرحمۃ کی تفسیر سے بھی ہوتی ہے۔تفسیر بحرالمحیط میں لکھا ہے:۔

والظاھر ان قولہ من النبیین تفسیرٌ للذین انعم اللہ علیھم فکانہٗ قیل من یطع اللہ والرسول منکم الحقہٗ اللہ بالذین تقدمھم ممن انعم اللہ علیھم قال الراغب ممن انعم اللہ علیھم من الفِرَقِ الاربع فی المنزلۃ والثواب النبی بالنبیِ والصدیق بالصدیق والشھید بالشھید والصالح بالصالح.

(تفسیر بحرمحیط زیر آیت سورۃ نساء ۶۹)

ترجمہ:۔ یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول **"من النبیین"** **"الذین انعم اللہ علیھم"** کی تفسیر ہے۔گویا یہ کہا گیا ہے کہ جو تم میں سے اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ان انعام یافتہ لوگوں سے ملا دیگا جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں ۔راغب نے کہا ہے یعنی ان چار گروہوں کے ساتھ درجہ اور ثواب میں شامل کر دے گا جن پر اس نے انعام کیا ہے۔اس طرح کہ جو تم سے نبی ہوگا اس کو نبی کے ساتھ ملا دے گا اور جو صدیق ہوگا اس کو صدیق

کے ساتھ ملا دے گا اور شہید کو شہید کے ساتھ ملا دے گا اور صالح کو صالح کے ساتھ ملا دے گا۔

اس عبارت میں امام راغب علیہ الرحمۃ نے ’’النبی بالنبی‘‘ کہہ کر ظاہر کر دیا ہے کہ اس امت کا نبی گذشتہ انبیاء کے ساتھ شامل ہو جائے گا جس طرح اس امت کے صدیق گذشتہ صدیقوں اور اس امت کے شہید گزشتہ شہیدوں اور اس امت کے صالح گذشتہ صالحین کے ساتھ شامل ہوں گے۔ گویا ان کی تفسیر کے مطابق امت محمدیہ کے لئے آنحضرت ﷺ کی اتباع میں نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ ورنہ وہ کون سے نبی ہوں گے جو امام راغب علیہ الرحمۃ کی اس تفسیر کے مطابق انبیاء کی صف میں شامل ہوں گے؟

سوال نمبر۲:۔ اب ہمارا سوال ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت اور امام راغب علیہ الرحمۃ کی اس تفسیر کی موجودگی میں کس طرح آیت خاتم النبیین کے معنی مطلق آخری نبی لے سکتے ہیں۔ اس بیان کی روشنی میں تو امتی نبی کی آمد کا امکان روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ اب مودودی صاحب بتائیں کہ کیا خدا تعالیٰ قیامت کے دن ان کے رسالہ ختم نبوت کا ریکارڈ پیش کرنے پر انہیں اس آیت کے رو سے ملزم نہیں ٹھہرا سکے گا؟

(۲) ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ. (الاعراف۔۳۶)

یعنی اے بنی آدم! جب کبھی آئندہ تم میں سے تمہارے پاس رسول آئیں گے جو تم پر میری آیات بیان کریں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کر کے اپنی اصلاح کر لیں گے ان پر کوئی خوف اور غم نہیں ہو گا۔

اس آیت کے سیاق میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کو **قل** کہہ کر کئی ہدایات دلائی ہیں اور اسی سلسلہ میں تمام نوع انسانی کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ آئندہ جب بھی تم میں سے رسول تمہارے پاس آئیں تو تقویٰ اختیار کر کے اصلاح

کرنے والے ہی کامیاب ہوں گے۔

اس سے ایک پہلی آیت میں ہے **یا بنی اٰدم خذوا زینتکم عند کل مسجدٍ۔** کہ اے بنی آدم ہر مسجد کے قریب زینت اختیار کرو۔ عرب کے لوگ خانہ کعبہ کا ننگے بدن طواف کرتے تھے اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اس کی تفسیر فرماتے ہیں:۔

فانہٗ خطابٌ لاھل ذٰلک الزمان ولکل من بعدھم

(تفسیر اتقان جلد۲ص۳۴ الناشر سہیل اکیڈمی کاروان پریس لاہور)

یعنی اے بنی آدم کے الفاظ سے یہ خطاب اس زمانہ اور بعد کے لوگوں سے ہے۔

پس زیر بحث آیت میں بھی بنی آدم کے الفاظ میں تمام بنی نوع انسان کو خطاب کرکے ان میں رسولوں کے بھیجے جانے کی پیشگوئی اور انہیں قبول کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

علامہ بیضاوی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

اتیان الرسل امرٌ جائزٌ غیر واجبٍ

(تفسیر بیضاوی الاعراف زیر آیت ۳۵)

کہ رسولوں کا آنا جائز یعنی ممکن ہے واجب یعنی ضروری نہیں

پس جب اس آیت سے بھی امکان الرسل ثابت ہے تو کیا **خدا تعالیٰ مودودی صاحب کو اپنا ریکارڈ پیش کرنے پر اس آیت سے ملزم نہیں کرسکے گا؟**

اس سلسلہ میں اور بھی بہت سی آیات پیش کی جاسکتی ہیں مگر اس مختصر مضمون میں صرف ان دو آیتوں کا پیش کرنا کافی ہے۔

(۳) حدیث نبوی میں آیا ہے:۔

عن ابن عباسٍ قال لما مات ابراھیم ابن رسول اللہ ﷺ صلیٰ رسول اللہ صَلی اللہ علیہ وسلم وقال ان لہٗ مرضعاً فی الجنۃ ولو عاش لکان

صدیقاً نبیاً (ابن ماجہ جلد ا کتاب **الجنائز باب ما جاء فی الصلوٰة علی ابن رسول الله ﷺ و ذکر وفاته**)

یعنی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب ابراہیم فرزند رسول وفات پا گیا تو آنحضرت ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا کہ جنت میں اس کے لئے ایک دودھ پلانے والی ہے اور فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور صدیق نبی ہوتا"

یہ حدیث ابن ماجہ میں ہے جو صحاح ستہ میں سے ہے اور یہ تین مختلف طُرق سے مروی ہے۔شہاب علی البیضاوی جلد ۷ صفحہ ۱۷۵ پر اس حدیث کے متعلق لکھا ہے:۔

اما صحةَ الحدیث فلا شبهة فیه لانه' رواه ابن ماجة وغیره' یعنی حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ۔کیونکہ ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کی ہے ۔حضرت امام علی القاری نے جو فقہ حنفیہ کے ایک زبردست امام ہیں اس حدیث سے امکان نبوت پر استدلال کیا ہے اور لکھا ہے:۔

لوعاش ابراهیمؓ وصار نبیاً وکذا لو صار عمر نبیاً لکانا من اتباعه علیه السلام .

یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اور اسی طرح اگر حضرت عمرؓ نبی ہو جاتے تو یہ دونوں آپؐ کے متبعین ہی رہتے ۔ (موضوعات کبیر صفحہ ۵۸ مطبع مجتبائی دہلی)

پھر یہ بتانے کے لئے کہ ان کا نبی ہو جانا آیت خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا۔ فرماتے ہیں:۔

فلا یناقض قوله تعالیٰ خاتم النبیین اذِالمعنیٰ انه لا یاتی بعدهٗ نبیٌ ینسخ ملتهٗ ولم یکن من امته (موضوعات کبیر صفحہ ۵۹ مطبع مجتبائی دہلی)

یعنی ان کا نبی ہو جانا خدا تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ

کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔

صاحبزادہ ابراہیمؑ فرزند رسول اللہ ﷺ کی وفات ۹ھ میں ہوئی اور آیت خاتم النبیین ۵ھ میں نازل ہو چکی تھی۔ گویا خاتم النبیین کی آیت کے نزول کے قریباً پانچ سال بعد آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اگر میرا بیٹا ابراھیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک اس کا نبی نہ بننا اس کی موت کی وجہ سے ہے نہ کہ آیت خاتم النبیین کے نزول کی وجہ سے۔ اگر آپ کے بعد آپ کے تابع نبی ہونے میں آیت خاتم النبیین روک ہوتی تو آنحضرت ﷺ یہ کبھی نہ فرماتے کہ ابراھیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا بلکہ یہ فرماتے کہ اگر ابراھیمؑ زندہ بھی رہتا تو نبی نہ ہوسکتا تھا کیونکہ اس میں آیت خاتم النبیین روک ہے۔

امام علی القاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی تشریح میں خاتم النبیین کے معنوں کی دو شرطوں کے ساتھ تعیین کر دی ہے۔ اول یہ کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ دوم یہ کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی بھی نہیں آسکتا جو آپ کی امت سے باہر ہو۔ گویا امام علی القاری علیہ الرحمۃ کے نزدیک آیت خاتم النبیین صرف غیر مسلموں میں سے کسی کے نبی بن جانے کو روکتی ہے نہ کہ آنحضرت ﷺ کی اتباع سے امت محمدیہ میں سے کسی کے نبی ہو جانے کو۔

حدیث لانبی بعدی کی تشریح میں حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

حدیث لاوحی بعدموتی باطلٌ لا اصل لہٗ نعم ورد لانبی بعدی معناہ عند العلماء لایحدث بعدہٗ نبیٌ بشرعٍ ینسخ شرعہٗ

(الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ صفحہ ۱۴۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان فی مذہب المھدی ص ۶۴ مطبوعہ حافظ عبدالرحمٰن ماڈل ٹاون لاہور)

ترجمہ:۔ یہ بات کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی وحی نہیں باطل ہے۔ اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ ہاں حدیث میں **لانبی بعدی** کے الفاظ آئے ہیں۔ معنی اس کے علماء کے

نزدیک یہ ہیں کہ آئندہ کوئی ایسا نبی پیدا نہیں ہوگا جو ایسی شریعت لائے جو آنحضرت ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرتی ہو۔

(۴) ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

ابو بکرٍ افضل ھذہ الامۃ الا ان یکون نبیٌ

(کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق جلد اول ص ۵ المکتبۃ السلامیہ سمندری لائل پور)

کہ حضرت ابوبکرؓ اس امت میں سب سے افضل ہیں سوائے اس کے کہ آئندہ کوئی نبی (امت میں) ہو جائے تو اس سے افضل نہیں ہوں گے

(۵) ایک تیسری حدیث میں وارد ہے:۔

اَبُوْبَکرٍ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدِیْ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیٌّ

(کنز العمال جلد ۱۱ حدیث نمبر ۳۲۵۴۸۔ مطبوعہ مکتبۃ التراث اسلامی حلب وطبرانی وابن عدی فی الکامل بحوالہ جامع الصغیر للسیوطی۔ صفحہ ۵)

کہ حضرت ابوبکر میرے بعد سب انسانوں سے بہتر ہیں بجز اس کے کہ آئیندہ کوئی نبی ہو۔

ان دونوں حدیثوں میں آنحضرت ﷺ نے الاان یکون نبیٌ کے الفاظ استعمال فرما کر نبی ہونے کا امکان قرار دیا ہے ورنہ آپ یہ الفاظ کبھی استعمال نہ فرماتے۔ جن سے امت میں امکان نبوت ثابت ہوتا ہے۔

ان دونوں آیتوں اور تینوں حدیثوں نے انقطاع نبوت کے متعلق مودودی صاحب کی پیش کردہ آیت خاتم النبیین اور احادیث کی تشریح کر دی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آ سکتا۔ ہاں امتی نبی آ سکتا ہے۔

اب مودودی صاحب ان آیات اور احادیث کے پیش نظر اپنی پوزیشن پر غور فرمائیں کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے امتی نبی کا انکار کر کے کس طرح اپنے رسالہ ختم نبوت کے ریکارڈ کو

برسر عدالت خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کی جرأت کرسکیں گے۔ اور اگر وہ یہ جرأت کریں تو کیا خدا تعالیٰ نے انہیں آیات واحادیث مندرجہ بالا کے رو سے ملزم نہیں کر سکے گا؟

بزرگان دین کے اقوال سے مودودی صاحب کی پیش کردہ احادیث کی تشریح

مولوی ابوالاعلیٰ صاحب کے پیش کردہ ریکارڈ کی تشریح کی خامی ثابت کرنے کے لئے ہم بعض مسلمہ بزرگان دین کے اقوال بھی اس جگہ درج کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

سب سے پہلا قول ہم ام المومنین حضرت عائشہ الصدیقہ معلمۂ نصف الدین رضی اللہ عنہا کا پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں:۔

قُوْلُوْا اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

(تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵ مطبع منشی نول کشور)

یعنی لوگو یہ تو کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ ام المومنینؓ خاتم النبیین کے معنی محض آخری نبی جو مودودی صاحب کے مدنظر ہیں درست نہیں سمجھتیں بلکہ ان معنی کو اختیار کرنے اور فروغ دینے سے ساری امت کو منع فرماتی ہیں۔

سوال نمبر۳:۔ ہمارا اس پر یہ سوال ہے کہ کیا مودودی صاحب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی منکرینِ ختم نبوت کی صف میں سمجھتے ہیں؟ اگر مودودی صاحب کے نزدیک وہ منکر ختم نبوت ہیں تو ہمیں ان کی طرف سے ختم نبوت کا منکر قرار دیا جانے کا کوئی افسوس نہیں امام محمد طاہرؒ اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں۔ یہ آنحضرتؐ کی حدیث **لانبی بعدی** کے خلاف نہیں **لانہٗ اراد لانبی ینسخ شرعه** ،یعنی آنحضرت ﷺ کی مراد یہ تھی کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ کی شرع کو منسوخ کرے۔ (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵ مطبع منشی نول کشور)

(۲) ہم امام علی القاری علیہ الرحمۃ کا قول قبل ازیں خاتم النبیین کے معنی کی تعیین میں پیش کر چکے ہیں جوانہوں نے ایک حدیث نبوی کی تشریح میں بیان کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔اورآپ کی امت میں سے نہ ہو۔گویا ان کے نزدیک خاتم النبیین کی آیت کی موجودگی میں غیر مسلموں میں کوئی نبی ظاہر نہیں ہوسکتا۔صرف آپ کی امت میں نبی ہونے میں آیت خاتم النبیین روک نہیں

(۳) سرتاج صوفیاء حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

(ا)ان النبوة التی انقطعت بوجود رسول الله ﷺ انما هی نبوة التشریع لا مقامها فلا شرع یکون ناسخاً لشرعهٖ ﷺ ولا یزید فی شرعهٖ حکماً اٰخر وهذا معنیٰ قولهٖ ﷺ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لانبی یکون علیٰ شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی" (فتوحات مکیہ جلد۲ ص۳ مطبوعہ دارالکتب العربیہ الکبریٰ مصر)

ترجمہ:۔وہ نبوت جو رسول کریم ﷺ کے آنے سے منقطع ہوئی ہے وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت۔پس اب کوئی شرع نہ ہوگی جو آنحضرت ﷺ کی شرع کی ناسخ ہواور نہ آپ کی شرع میں کوئی حکم بڑھانے والی شرع ہوگی اور یہی معنی رسول اللہ ﷺ کے اس قول کے ہیں کہ **ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی** یعنی مراد آنحضرت ﷺ کی (اس قول سے) یہ ہے کہ اب ایسا کوئی نبی نہیں ہوگا جو میری شریعت کے مخالف شریعت پر ہو بلکہ جب کبھی کوئی نبی ہوگا تو وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا۔

پھر فرماتے ہیں:۔

(ب)فما ارتفعت النبوة بالکلیة لهٰذا قلنا انما ارتفعت نبوة التشریع فهذا معنیٰ لانبی بعدهٗ (فتوحات مکیہ جلد۲ ص ۵۸ دارالکتب العربی الکبریٰ مصر)

ترجمہ:۔پس نبوت کلی طور پر نہیں اٹھی۔اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ صرف تشریعی نبوت اٹھی ہے اور یہی معنی حدیث لانبی بعدی کے ہیں

خاتم النبیین کے معنی بھی ان کے نزدیک آخری شارع نبی ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

(ج)ومن جملة ما فيها تنزيل الشرائع فختم الله هذا التنزيل بشرع محمدٍ ﷺ فكان خاتم النبيين۔(فتوحاتِ مکیہ جلد۲ص۵۰ دارالکتب العربی الکبریٰ مصر)

یعنی آغاز وانجام والی اشیاء میں سے شریعتوں کا نازل کرنا بھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے شریعت کے اتارنے کو محمد ﷺ کی شرع سے ختم کردیا ہے پس آپ خاتم النبیین ہیں۔

پھر شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نبوتِ مطلقہ کو جاری قرار دینے کے لئے لکھتے ہیں:۔

(د)فان النبوة سارية ً الىٰ يوم القيامة فى الخلق وان كان التشريع قد انقطع فالتشريع جزءٌ من اجزاء النبوة

(فتوحات مکیہ جلد۲ص۹۰ دارالکتب العربیہ الکبریٰ مصر)

ترجمہ:۔بیشک نبوت قیامت کے دن تک مخلوق میں جاری ہے اگرچہ نئی شریعت کا لانا منقطع ہو چکا ہے۔پس شریعت کا لانا نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

(۴)حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

ان الحق تعالىٰ يخبرنا فى سرائرنا معانى كلامهٖ و كلام رسولهٖ ويسمىٰ صاحب هذا المقام من انبياء الاولياء.

(الیواقیت والجواہر جلد۲ص۳۹ ونبراس شرح الشرح لعقائد نسفی حاشیہ صفحہ۴۴۵)

ترجمہ:۔بے شک اللہ تعالیٰ ہمیں خلوت میں اپنے کلام اور اپنے رسول اللہ ﷺ کے کلام کے معانی سے آگاہ کرتا ہے اور اس مقام کا رکھنے والا انسان انبیاء الاولیاء میں سے ہے۔

یہ نبوت الاولیاء جسے بزرگان دین جاری مانتے ہیں ولایت مطلقہ سے ایک بالا مقام ہے۔اس مقام کی شان بیان کرتے ہوئے عارف ربانی حضرت عبدالکریم جیلانی علیہ الرحمۃ

لکھتے ہیں:۔

کل نبیٍ ولایۃِ افضل من الولی مطلقاً ومن ثم قیل بدایۃ النبی نہایۃ الولی فافہم وتامّلہ فانہٗ قد خفی علیٰ کثیرٍ من اھل ملّتنا

(الانسان کامل جزءاول ص۸۵)

ترجمہ:۔ ہر نبی ولایت ولی مطلق سے افضل ہے اوراسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نبی کا آغاز ولی کی انتہاء ہے۔پس اس نکتہ کو سمجھ لواوراس میں غور کرو کیونکہ یہ ہمارے بہت سے اہل ملت پر مخفی رہا ہے(یعنی انہوں نے نبوۃ الولایت کوولایت مطلقہ کا ایک درجہ قرار دے دیا ہے جودرست نہیں)

پھرسید موصوف لکھتے ہیں:۔

ان کثیراً من الانبیاء ونبوتہٗ نبوۃ الولایۃ کالخضر فی بعض الاقوال وکعیسیٰ اذا نزل الی الدنیا فانہٗ لایکون لہٗ نبوۃ تشریعٍ وکغیرہٖ من بنی اسرائیل

(الانسان الکامل جزءاول ص۸۵)

یعنی بہت سے انبیاء کی نبوت بھی نبوۃ الولایت ہی تھی۔جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت بعض اقوال میں اورجیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت جب وہ دنیا میں نازل ہوں گےتو ان کی نبوت تشریعی نہیں ہوگی اوراسی طرح بنی اسرائیل کے دوسرے نبیوں کا حال ہےیعنی ان کی نبوت نبوۃ الولایت تھی نہ کہ تشریعی نبوت۔

اسی نبوۃ الولایت کوجس کے ساتھ مسیح موعود کا آنا تسلیم کیا گیا ہے حضرت محی الدین ابن عربی نے نبوت مطلقہ قراردیا ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:۔

ینزل ولیاً ذا نبوۃٍ مطلقۃٍ (فتوحات مکیہ جلد۲ص۴۹دارصادر بیروت)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے ولی کی صورت میں نازل ہوں گے جونبوت مطلقہ کا حامل ہوگا۔

پھر فرماتے ہیں:۔

عیسیٰ علیہ السلام ینزل فینا حکماً من غیر تشریعٍ وھو نبیٌ بلا شکٍّ
(فتوحات مکیہ جلد اول ص ۵۴۵ دارصادر بیروت)

یعنی عیسیٰ علیہ السلام ہم میں حَکَم کی صورت میں شریعت کے بغیر نازل ہوں گے اور وہ بلا شک نبی ہوں گے۔

(۵) حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

فان مطلق النبوۃ لم ترتفع و انما ارتفعت نبوۃ التشریع

(الیواقیت والجواہر صفحہ ۲۴ بحث ثالث طبع ثالث مطبع ازھریہ مصر ۱۳۲۱ھ)

ترجمہ:۔ پس بے شک مطلق نبوت نہیں اٹھی اور صرف تشریعی نبوت اٹھی ہے۔

آگے فرماتے ہیں:۔

وقولہٗ ﷺ لانبی بعدی ولا رسول المراد بہٖ لامشرع بعدی.

یعنی رسول اللہ ﷺ کے قول ''میرے بعد نبی اور رسول نہیں'' سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شریعت لانے والا نبی اور رسول نہیں ہوگا۔

(۶) عارف ربانی سید عبدالکریم جیلانی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

فانقطع حکم نبوۃ التشریع بعدہٗ وکان محمدٌ ﷺ خاتم النبیین لانہٗ جاء بالکمال ولم یجئ احدٌ بذالك

(الانسان الکامل باب ۳۶ جلد اول ص ۷۵ دارالکتب العربیہ الکبریٰ مصر)

ترجمہ:۔ آنحضرت ﷺ کے بعد تشریعی نبوت کا حکم منقطع ہوا ہے اور اس طرح محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں کیونکہ آپ کمال کو لائے ہیں۔ اور کوئی اس کمال کو نہیں لایا۔

(۷) رئیس الصوفیاء حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

مکر کن در راہ نیکو خدمتے　　　　تا نبوت یابی اندر امتے

(مثنوی دفتر پنجم ص ۱۳ مطبع مجید واقع کانپور)

یعنی خدا کی راہ میں نیکی بجا لانے کی ایسی تدبیر کر کہ تجھے امت کے اندر نبوت مل جائے۔

(۸) حضرت سیّد ولی اللہ شاہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

ختم به النبیون ای لا یوجد من یامرهٔ الله سبحانهٔ بالتشریع علیَ الناس

(تفہیمات الٰہیہ تفہیم نمبر ۵۴ ص ۸۵ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ)

یعنی آنحضرت ﷺ پر نبی ختم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہوسکتا جسے خدا تعالیٰ شریعت دے کر لوگوں کی طرف مامور کرے۔

(۹) حضرت مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں:۔

’’بعد آنحضرت ﷺ یا زمانے میں آنحضرت ﷺ کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ صاحب شرع جدید البتہ ممتنع ہے‘‘

(دافع الوسواس فی اثر ابن عباس ایڈیشن جدید ص ۱۶ مطبع یوسفی واقع فرنگی محل لکھنؤ)

(۱۰) نواب صدیق حسن خان صاحب کے فرزند مولوی نور الحسن کی مرتبہ کتاب میں لکھا ہے:۔

’’حدیث **لا وحی بعدموتی** بے اصل ہے ہاں **لانبی بعدی** آیا ہے اس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہیں لائے گا‘‘

(اقتراب الساعۃ ص ۱۶۲ مطبع مفید عام آگرہ ۱۳۰۱ھ)

یہ عبارت دراصل امام علی القاری علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت کا ترجمہ ہے جو پہلے پیش کی جا چکی ہے۔

(۱۱) حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند تحریر فرماتے ہیں:۔

’’عوام کے خیال میں تو آنحضرت ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ

انبیائے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں **ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین** فرمانا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے'' (تحذیر الناس ص ۳)

گویا خاتم النبیین کے معنی مودودی صاحب کی طرح محض آخری نبی آپ کے نزدیک عوام کے معنی ہیں نہ کہ اہل فہم کے معنی۔

پھر وہ خاتم النبیین کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں:۔

''آنحضرت ﷺ موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصفِ نبوت بالعرض ہیں۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے مگر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ اس طرح آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے غرض جیسے آپ نبی اللہ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی'' (تحذیر الناس ص ۳،۴)

گویا نبی الانبیاء خاتم النبیین کے معنی ہیں جو اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ خاتم النبیین ﷺ کا وصف نبوت ذاتی ہے اور آپ کے سوا دیگر تمام انبیاء کا وصف نبوت عرضی ہے یعنی آپ کا فیض ہے۔ ان معنوں کا مفاد آپ یہ بیان فرماتے ہیں:۔

''بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا'' (تحذیر الناس ص ۲۸)

یہ بارہ مسلّمہ بزرگوں کے اقوال ہیں۔ تیرھویں بزرگ امام راغب علیہ الرحمۃ کا قول ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ یہ تیرہ بزرگ علم دین، تفقہ اور للّٰہیت کے لحاظ سے ایسے ممتاز اور قابل فخر وجود ہیں کہ مودودی صاحب جیسے علماء دین ان کی جوتیاں اٹھانے کو باعث فخر سمجھیں گے۔ ان درخشندہ ستاروں کا زمانہ صحابہ کرامؓ سے لے کر ہمارے موجودہ زمانے تک ممتد ہے اور یہ حجاز سے لے کر شام، ترکی، عراق، سپین اور ہندوستان کے مشاہیر بزرگوں میں سے ہیں۔

(۱) ام المومنین حضرت عائشہؓ وفات ۵۸ھ بموجب حدیث نبوی معلّمہ نصف الدین کہلاتی ہیں۔

(۲) امام راغب الاصفہانی ؒ وفات ۵۰۲ھ لغت قرآن میں امام ہیں ۔ان کی کتاب ''المفردات'' لغت قرآن میں بے نظیر اور سب سے زیادہ مستند ہے۔

(۳) شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ وفات ۶۳۸ھ۔

(۴) حضرت مولانا جلال الدین الرومی وفات ۶۷۲ھ۔

(۵) پیران پیر حضرت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ قدس سرہٗ وفات ۵۶۲ھ۔

(۶) حضرت سید عبدالکریم جیلانی علیہ الرحمۃ وفات ۷۶۷ھ۔

(۷) امام عبدالوہاب الشعرانی علیہ الرحمۃ وفات ۹۷۶ھ۔

(۸) امام محمد طاہر علیہ الرحمۃ وفات ۹۸۶ھ۔

پچھلے چھ بزرگ علم تصوف میں امام اور علوم دین میں امت کی ممتاز ترین ہستیاں ہیں۔ حضرت پیران پیر چھٹی صدی کے مجدد بھی ہیں۔

(۹) الامام علی القاری علیہ الرحمۃ وفات ۱۰۱۴ھ۔

فقہ حنفی کے جلیل القدر امام اور ممتاز شارح حدیث ہیں۔

(۱۰) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وفات ۱۱۷۶ھ۔

بارھویں صدی کے مجدد اور ممتاز متکلم اسلام ہیں۔

(۱۱) حضرت مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی علیہ الرحمۃ وفات ۱۳۰۴ھ۔

(۱۲) حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ بانی دارالعلوم دیوبند وفات ۱۳۰۷ھ۔

آخری دونوں بزرگ فقہ حنفی میں ہندوستان کے جلیل القدر علماء میں سے ہیں۔

(۱۳) نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالوی وفات ۱۳۰۷ھ۔ہندوستان کے اہلحدیث علماء میں سے ممتاز عالم دین تھے ان کی تفسیر فتح البیان عربی زبان میں مصر میں طبع ہوئی ہے۔

ان تیرہ بزرگوں نے آیت خاتم النبیین اور حدیث **لانبی بعدی** وغیرہ کی جو انقطاع نبوت پر دلالت کرتی ہیں یہی تشریح فرمائی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شارع اور مستقل

نبی نہیں آ سکتا۔ان کے نزدیک امتی نبی کا آنا منافیٔ ختم نبوت نہیں۔اس لئے یہ سب مسیح موعود کو امتی نبی تسلیم کرتے ہیں۔

سوال نمبر۴:۔اس جگہ ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر مودودی صاحب کے نزدیک جماعت احمدیہ آیت خاتم النبیین اور حدیث **لا نبی بعدی** وغیرہ کے یہی معنی لینے کی وجہ سے منکر ختم نبوت ہیں تو کیا ان تیرہ بزرگان دین پر بھی وہ کفر کا فتویٰ لگانے پر آمادہ ہیں؟

نبوت کے لئے اسلام میں دو اصطلاحیں ہیں۔مکرم مولوی سید محمد حسن صاحب امروہی اپنی کتاب کواکبِ دریہّ میں لکھتے ہیں:۔

’’اصطلاح میں نبوت مخصوصیت الٰہیہ خبر دینے سے عبارت ہے اور وہ دو قسم کی ہے۔ ایک نبوت تشریعی جو ختم ہوگئی۔دوسری نبوت بمعنی خبر دادن ہے اور وہ غیر منقطع ہے۔پس اس کو مبشرات کہتے ہیں اپنے اقسام کے ساتھ‘‘

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا پہلی قسم کا دعویٰ نہیں بلکہ دوسری قسم کا ہے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

’’میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت ومخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے حاصل ہے۔سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بحکمِ الٰہی نبوت رکھتا ہوں‘‘

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ص۵۰۳)

(ب)مودودی صاحب اپنے رسالہ ختم نبوت میں آنے والے مسیح کے متعلق روایات درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

’’اس مقام پر یہ بحث چھیڑنا بالکل لا حاصل ہے کہ وہ (یعنی حضرت مسیح ناصریؑ

۔ناقل)وفات پا چکے ہیں یا زندہ موجود ہیں۔ بالفرض وہ وفات ہی پا چکے ہوں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اٹھالانے پر قادر ہے'' (ختم نبوت صفحہ ۵۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ووفات کی بحث اس موقعہ پر لا حاصل نہیں بلکہ از بس ضروری ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ یقین کرنے کی وجہ سے جماعت احمدیہ حضرت مسیح ابن مریم کے نزول کو ایک امتی فرد کے لئے استعارہ یقین کرتی ہے۔ دراصل مودودی صاحب اس بحث سے گریز اس لئے کر رہے ہیں کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں حیات مسیح ثابت کرنے کی انہیں جرأت نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کی نص وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (المائدہ :۱۱۸) ان کی وفات پر روشن دلیل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان الفاظ میں خدا تعالیٰ کے حضور کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم میں اس وقت تک نگران رہا تھا جب تک ان لوگوں میں موجود رہا لیکن جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر ان پر تو ہی نگران تھا۔ گویا وہ بتاتے ہیں کہ میری قوم میری موجودگی یعنی علم میں نہیں بگڑی۔ میری موجودگی میں انہوں نے مجھے اور میری ماں کو معبود نہیں بنایا۔ اگر میری قوم بگڑی ہے تو میری وفات کے بعد بگڑی ہوگی جبکہ میری نگرانی بکلی ختم ہو چکی تھی۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم بگڑ چکی ہوئی ہے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اس بیان سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ الفاظ **کنت انت الرقیب علیھم** ان کی اصالتاً دوبارہ آمد کی نفی کرتے ہیں۔

اسی طرح حدیث نبوی میں وارد ہے۔ **ان عیسیٰ ابن مریم عاش عشرین و مائة سنةً** (کنز العمال جلد نمبر ۱۱ حدیث نمبر ۳۲۲۶۲ و المعجم الکبیر الطبرانی جلد ۲۲ ص ۴۱۸ مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ) کہ بے شک عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے۔ پس ان کے اس وقت تک یعنی دو ہزار سال تک زندہ ہونے کا خیال ان نصوص کے صریح خلاف ہے۔ اور مولوی مودودی صاحب کا ان کو وفات یافتہ فرض کرکے ان کے دوبارہ زندہ کئے جانے کا خیال پیش کرنا بھی ان

نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے سراسر باطل ہے جو اوپر پیش کی جاچکی ہیں۔

نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (الزمر ۴۳)

یعنی اللہ قبض کرتا ہے روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں نیند میں قبض کرتا ہے۔ پس جس روح پر موت وارد کرتا ہے اسے روکے رکھتا ہے اور دوسری کو ایک مقررہ مدت تک واپس بھیجتا رہتا ہے۔

یہ آیت اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ جس نفس پر موت وارد ہوتی ہے اسے خدا تعالیٰ روکے رکھتا ہے یعنی دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجتا۔

ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے:۔

ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ .ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تُبْعَثُوْنَ (المومنون ۱۶۔۱۷)

یعنی (جسمانی زندگی کے بعد) پھر تم ضرور مرنے والے ہو۔ پھر تم قیامت کے دن ہی زندہ کئے جاوگے۔

یہ آیت بھی اس بات پر نص صریح ہے کہ جسمانی موت کے بعد اس دنیا میں دوبارہ زندہ کیا جانا خدا تعالیٰ کے اس وعدہ اور قانون کے خلاف ہے جو وہ قرآن مجید کی آیت میں بیان کر چکا ہے بلکہ مرنے والے حسب وعدہ الٰہی قیامت ہی کو زندہ ہوں گے۔

اسی طرح حدیث میں وارد ہے کہ حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہؓ جب شہید ہو گئے اور وہ خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہوئے تو خدا تعالیٰ نے انہیں کہا **تمن علی اعطك** تو آرزو کر میں تیری آرزو پوری کروں گا۔ اس پر حضرت عبداللہ نے یہ آرزو کی کہ میں دوبارہ زندہ کیا جاؤں تا کہ خدا کی راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔ ان کی اس آرزو پر خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ **قد سبق منی القول انھم لا یرجعون** کہ یہ میرا قول ہو چکا ہے کہ مرنے والے دنیا میں نہیں

لوٹیں گے۔ گویا خدا تعالیٰ نے اپنے اس قول کی وجہ سے ان کی اس آرزو کو پورا نہ کیا حالانکہ اس کا وعدہ تھا کہ وہ ان کی آرزو پوری کرے گا لیکن چونکہ انہوں نے ایسی آرزو کی جو خدا تعالیٰ کے پہلے قول کے خلاف تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنے قانون کے خلاف ہونے کی وجہ سے ان کی آرزو پوری نہیں کی۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب جامع المناقب الفصل الثانی)

پس مردہ کا دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آنا جب قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ قانون کے خلاف ہے تو مودودی صاحب کا یہ خیال کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ زندہ ہو کر آجائیں گے ایک خیال خام اور وہم سے بڑھ کر کوئی حیثیت نہیں رکھتا جس میں وہ مسلمانوں کو مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ پس اس مسئلہ کا مدار محض قدرتِ الٰہی پر نہیں رکھا جا سکتا۔ گو اسے مردہ کو زندہ کرنے کی قدرت تو ہے مگر اس کا دنیا میں ظہور اسکے اپنے وعدہ و قانون کے خلاف ہے۔

<u>سوال نمبر۵</u>:۔ لیکن اگر حضرت مسیح کی وفات مان کر ان کا دوبارہ زندہ کیا جانا بھی فرض کیا جائے تو اس پر ہمارا یہ سوال ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پانے کے بعد زندہ ہو کر آئیں گے تو پھر مودودی صاحب ان حدیثوں کی کیا تاویل کریں گے جنہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے ثبوت میں اپنے رسالہ میں پیش کر رہے ہیں۔ اگر حضرت مسیحؑ کے آسمان سے اترنے کی تعبیر ان کے دوبارہ زندہ کیا جانے سے ہو سکتی ہے تو اس کی یہ تعبیر کیوں نہیں ہو سکتی کہ ان احادیث سے مراد یہ ہے کہ کوئی امتی فرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہو کر آئے گا اور اپنے ساتھ آسمانی تائید رکھتا ہوگا کیونکہ مردہ کا زندہ ہو کر آنا تو قرآن مجید اور احادیث نبوی میں بیان کردہ قانون کے صریح خلاف ہے مگر ہماری تعبیر تو کسی آیت قرآنیہ کے خلاف نہیں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

''یاد رہے ہم میں اور ان لوگوں میں بجز اس ایک مسئلہ کے اور کوئی مخالفت نہیں یعنی یہ

کہ یہ لوگ نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں اور ہم بموجب نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ متذکرہ بالا کے اور اجماع آئمہ اہل بصارت کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں اور نزول سے مراد وہی معنی لیتے ہیں جو اس سے پہلے ایلیاء نبی کے دوبارہ آنے اور نازل ہونے کے بارہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معنی کئے تھے۔فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔اور ہم بموجب نص صریح قرآن شریف کے جو آیت فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ سے ظاہر ہوتی ہے اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ جو لوگ اس دنیا سے گزر جاتے ہیں پھر وہ دنیا میں دوبارہ آباد ہونے کے لئے نہیں بھیجے جاتے اس لئے خدا نے بھی ان کے لئے قرآن شریف میں مسائل نہیں لکھے کہ دوبارہ آکر مال تقسیم شدہ کیونکر ان کو ملے" (ایام الصلح روحانی خزائن جلد ۱۴ص ۳۲۴)

(ج) مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

"بہر حال جو شخص حدیث کو مانتا ہے اسے یہ ماننا پڑے گا کہ آنے والے وہی عیسیٰ بن مریم ہوں گے وہ پیدا نہیں بلکہ نازل ہوں گے"

سوال نمبر ۶:۔اس پر ہمارا سوال ہے کہ جب مودودی صاحب نے ان کی وفات فرض کر کے ان کا دوبارہ زندہ ہو کر آنا مان لیا تو جب ان احادیث میں نزول کے لفظ کی تعبیر مر کر زندہ ہونے سے ہو سکتی ہے تو اس کی تعبیر مسیح موعود کے امت محمدیہ میں پیدا ہونے سے کیوں نہیں ہو سکتی؟ جبکہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے پیدا ہونے کے باوجود آپ کے اعزاز و اکرام کی وجہ سے آپ کے متعلق نزول کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ

(الطلاق ۱۱۔۱۲)

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر رسول نازل کیا ہے جو تم پر اللہ کی کھلی آیات پڑھتا ہے۔

جب آنحضرت ﷺ کے لئے نزول کا لفظ پیدا ہونے کے باوجود تائید سماوی کے لئے اکراماً استعمال ہوا ہے تو اسی طرح مسیح موعود کے لئے نزول کا لفظ آسمانی تائید یافتہ ہونے کی وجہ سے کیوں استعمال نہیں ہوسکتا؟

چونکہ یہ احادیث آنحضرت ﷺ کے مکاشفات پر مبنی ہیں اس لئے یہ سب تعبیر طلب ہیں۔آنحضرت ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ امت محمدیہ کے مسیح موعود کو عیسیٰ یا ابن مریم کا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مماثلت رکھنے کی وجہ سے دیا گیا ہے۔چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں اسی وجہ سے اس کے لئے **فامکم منکم**[1] اور بخاری شریف میں **امامکم منکم**[2] اور مسند احمد بن حنبل میں **اماماً مھدیاً حکماً عدلاً**[3] الفاظ استعمال ہوئے ہیں یعنی یہ ابن مریم تم میں سے تمہارا امام ہوگا اور یہ ابن مریم امام مہدی ہوگا۔پس امت کے امام مہدی ہی کو جو آنحضرت ﷺ کا خلیفہ ہے عیسیٰ ابن مریم کا نام استعارۃً دیا گیا ہے **فامکم منکم** کے الفاظ مندرجہ صحیح مسلم یعنی ابن مریم تم میں سے تمہارا امام ہوگا اس بات پر صریح الدلالت ہیں کہ ابن مریم سے مراد اسرائیلی مسیح نہیں بلکہ امت محمدیہ کا امام مہدی ہے جو آنحضرت ﷺ کے بعد ایک امتی نبی اور خلیفہ کی حیثیت میں حضرت مسیح ابن مریم کا مثیل ہو کر آنے والا تھا۔پس ابن مریم اور عیسیٰ کا نام امام مہدی کو بطور استعارہ دیا گیا ہے۔

ازروئے قرآن مجید کوئی خلیفہ باہر سے نہیں آسکتا

قرآن مجید اس بات پر روشن گواہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں سے کوئی خلیفہ باہر سے نہیں آسکتا اور جو خلفاء بھی ہوں گے وہ ان خلفاء سے جو امت محمدیہ سے پہلے گذر چکے ہیں مشابہت اور مماثلت رکھیں گے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ نور میں فرماتا ہے:۔

---

[1] :۔کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ ابن مریم

[2] :۔کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم

[3] :۔جلد۲ص۴۱۱مطبوعہ دارالفکر

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِيْ الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور۔۵۶)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لا کر اعمال صالحہ بجالانے والوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ امت محمدیہ کے خلفاء امت محمدیہ میں سے ہی ہونے والے ہیں اور یہ خلفاء پہلے خلفاء کے مشابہ اوران کے مثیل ہوں گے۔جس پر **کما استخلف الذین من قبلھم** کے الفاظ دال ہیں نہ یہ کہ کوئی پہلا نبی وخلیفہ امت محمدیہ میں خلیفہ ہوکر آجائے گا۔اس آیت میں امت محمدیہ کے خلفاء مشبّہ اور انبیائے بنی اسرائیل جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں مشبہ بہ ہیں کیونکہ وہ **کلما ھلك نبیٌ خلفهٔ نبیٌ** کی حدیث کے مطابق امت محمدیہ سے پہلے خلفاء ہیں۔پس امت محمدیہ کے خلفاء انبیائے بنی اسرائیل کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ان کے مثیل تو ہو سکتے ہیں لیکن انبیائے بنی اسرائیل جو سب مشبہ بہ ہیں ان میں سے کوئی نبی آنحضرت ﷺ کے بعد آکر آپ کا خلیفہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اس طرح مشبّہ اور مشبّہ بہ کا عین ہونا لازم آتا ہے جو محال ہے کیونکہ مشبّہ ہمیشہ مشبّہ بہ کا غیر ہوتا ہے۔پس اس آیت کی روشنی میں امت محمدیہ کا امام مہدی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہونے کی وجہ سے عیسیٰ یا ابن مریم کا نام پا سکتا ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ میں آکر آنحضرت ﷺ کے خلیفہ نہیں ہو سکتے۔لہٰذا ان کی زندگی یا وفات پا کر زندہ ہونے کا خیال ایک وہم ہی وہم ہے کیونکہ اس آیت کے رو سے جب وہ امت محمدیہ میں خلیفہ ہوکر آ ہی نہیں سکتے تو انہیں زندہ رکھنا لاحاصل ہے۔

<u>سوال نمبر ۷</u>:۔کیا مودودی صاحب ہمارے اس سوال کا کوئی جواب دے سکتے ہیں کہ اس آیت کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ میں امام اور خلیفہ ہوکر کیسے آسکتے ہیں؟

(د) مودودی صاحب نے رسالہ ختم نبوت میں نزول مسیحؑ کی مختلف روایات پیش کر کے جو دوسرا نتیجہ نکالا ہے وہ ان کے الفاظ میں یوں ہے:۔

''دوسری بات جو اتنی وضاحت کے ساتھ ان احادیث سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن مریم علیہ السلام کا یہ دوبارہ نزول نبی کی حیثیت میں نہیں ہوگا اور نہ ان پر وحی نازل ہو گی''

اس کے متعلق عرض ہے کہ اس نتیجہ کی دونوں شقیں سراسر باطل ہیں کیونکہ صحیح مسلم کی اس حدیث میں ان دونوں شقوں کی صریح تردید موجود ہے جسے نواس بن سمعان کی روایت سے خود مودودی صاحب نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۴۶ پر پیش کیا ہے مگر اس کے بعد کا وہ حصہ دانستہ حذف کر دیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے امت محمدیہ کے مسیح موعود کو چار دفعہ تکرار کے ساتھ **نبی اللّٰہ** قرار دیا ہے اور اس پر وحی نازل ہونے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ مودودی صاحب نے حدیث کا یہ حصہ عمداً درج نہیں کیا تا کہ ان کے اس خیال باطل پر پردہ پڑا رہے کہ مسیح موعود نبی کی حیثیت سے نہیں آئے گا اور نہ اس پر وحی نازل ہوگی۔

رسول کریم ﷺ اس حدیث میں فرماتے ہیں:۔

ویحصر نبی اللہ عیسیٰ و اصحابہٗ.....فیرغب نبی الله عیسیٰ و اصحابہٗ .....ثم یھبط نبی الله عیسیٰ و اصحابہٗ .....فیرغب نبی الله عیسیٰ و اصحابہٗ الی الله (صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال)

یعنی جب مسیح موعود یاجوج ماجوج کے زور کے زمانہ میں آئے گا تو مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابی دشمن کے نرغہ میں محصور ہو جائیں گے۔۔۔۔ تو پھر مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابہ خدا کے حضور رجوع کریں گے۔۔۔۔ پھر مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابی ایک خاص جگہ اتریں گے۔۔۔۔ پھر مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابی خدا تعالیٰ کے حضور تضرع کے ساتھ رجوع کریں گے۔

سوال نمبر ۸:۔ اب مودودی صاحب پر ہمارا سوال ہے کہ جب اس حدیث میں چار

دفعہ تکرار سے رسول اللہ ﷺ نے مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا ہے تو انہیں کیا حق ہے کہ وہ یہ خیال پیش کریں کہ مسیح موعود نبی کی حیثیت میں نہیں آئے گا؟

پس مودودی صاحب کا خیال محض ان کی ایجاد ہے اور حدیث کے منشاء کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

پھر اسی حدیث میں لکھا ہے:۔

اذ اوحی اللہ الیٰ عیسیٰ انی قد اخرجت عباداً لّی لایدان لاحدٍ بقتالھم .

کہ خدا تعالیٰ عیسیٰ موعود کو وحی کرے گا کہ میں نے کچھ بندے (یعنی یاجوج ماجوج) نکالے ہیں جن سے کسی کو لڑنے کی طاقت نہیں۔

عجیب بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود پر وحی نازل ہوگی مگر مودودی صاحب مسلمانوں سے یہ منوانا چاہتے ہیں کہ مسیح موعود پر وحی نازل نہیں ہوگی۔اب مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کے بالمقابل مودودی صاحب کے خیال کو غلط تصور کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

<u>سوال نمبر۹</u>:۔اگر مودودی صاحب یہ پوری حدیث درج کر دیتے تو وہ یہ دونوں باتیں نہیں کہہ سکتے تھے۔اب مودودی صاحب بتائیں کہ انہوں نے نقل کرتے ہوئے حدیث کے یہ دونوں حصے کیوں درج نہیں کیئے۔کیا اسی لئے نہیں کہ ان کے جھوٹ پر پردہ پڑا رہے؟

علمائے امت کا مذہب مسیح موعود کی حیثیت کے متعلق

علمائے امت کا عقیدہ بھی مسیح موعود کی حیثیت کے متعلق یہی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوں گے۔ نبوت کے بغیر نہیں آئیں گے۔چنانچہ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:۔

من قال بسلب نبوتہٖ کفر حقاً کما صرّح بہ السیوطی

(حجج الکرامہ ص ۴۳۱ مطبع شاہ جہان بھوپال)

کہ جوشخص یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے وقت نبی نہ ہوں گے وہ پکا کافر ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے اس کی وضاحت کی ہے۔

پھر لکھتے ہیں:۔

فھو علیہ السلام وان کان خلیفةً فی الامة المحمدیہ فھو رسولٌ ونبیٌ کریمٌ علی حالہٖ (حجج الکرامہ ص ۴۲۶)

یعنی اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام اس امت میں خلیفہ ہوں گے مگر وہ اپنے پہلے حال پر نبی اور رسول بھی ہوں گے۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:۔

عیسیٰ علیہ السلام ینزل فینا حکماً من غیر تشریعٍ وھو نبیٌ بلا شکٍ (فتوحات مکیہ جلد اول ص ۵۴۵ دار صادر بیروت)

یعنی عیسیٰ علیہ السلام ہم میں حکم کی حیثیت میں بغیر شریعت کے نازل ہوں گے اور وہ بلا شک نبی ہوں گے۔

ہاں حضرت محی الدین ابن العربیؒ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں:۔

وجب نزولہٗ فی اٰخر الزمان بتعلقہٖ ببدن اٰخر (تفسیر محی الدین ابن العربی بر حاشیہ عرائس البیان ص ۲۶۲) کہ حضرت عیسیٰ کا نزول آخری زمانہ میں کسی اور بدن یعنی وجود سے متعلق ہوگا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً نہیں بلکہ بروزی طور پر آئیں گے۔

صوفیاء کے ایک گروہ کا یہی مذہب چلا آیا ہے جیسا کہ اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ پر بھی لکھا ہے:۔

''بعضے برآنند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند ونزول عبارت ازہمیں بروز است مطابق ایں حدیث کہ **لامھدی الا عیسیٰ**''

کہ بعض صوفیاء کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی روح (یعنی کمالات روحانیہ) مہدی میں بروز کریں گے۔عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے مراد یہی بروز ہے مطابق حدیث **لامهدی الا عیسیٰ** کے (یعنی کوئی مہدی نہیں سوائے عیسیٰ کے)

خودرسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

یوشك من عاش منكم ان يلقىٰ عيسىٰ ابن مريم اماماً مهدياً حكماً عدلاً يكسر الصليب ويقتل الخنزير .....الخ (مسند احمد بن حنبل جلد۲ص۴۱۱)

یعنی قریب ہے کہ جوتم میں سے زندہ ہووہ عیسیٰ بن مریم سے اس کے امام مہدی اور حکم و عدل ہونے کی حالت میں ملاقات کرے۔

اس حدیث میں حدیث لامھدی الاعیسیٰ کی طرح امام مھدی اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی شخص قرار دیئے گئے ہیں اور امام مھدی کے متعلق دوسری تمام حدیثیں اسے امت محمدیہ کا ایک فرد قرار دیتی ہیں۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اصالتاً اترنے کا خیال باطل ہے احادیث امت محمدیہ کے امام مھدی کو ہی امت کا عیسیٰ موعود قرار دیتی ہیں تا کہ امام مھدی کی عیسیٰ علیہ السلام سے مماثلت پر دلیل ہو۔

مسیح موعود پر وحی نازل ہونے کے متعلق علماء کا عقیدہ

مسیح موعود پر صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق وحی نازل ہونے کا عقیدہ بھی علمائے امت میں مسلم ہے۔ چنانچہ علامہ الوسی روح المعانی میں بحوالہ ابن حجر الہیثمی لکھتے ہیں:۔

نعم يوحىٰ عليه السلام وحیٌ حقيقیٌ كما فی حديث مسلمٍ

(تفسیر روح المعانی زیر آیت **ما كان محمد ابا احد من رجالكم**)

یعنی ہاں عیسیٰ علیہ السلام پر بعد از نزول وحی حقیقی نازل ہوگی جیسا کہ مسلم کی حدیث میں آیا ہے

اور پھر لکھا ہے:۔

حدیث لا وحی بعدی باطلٌ وما اشتھر ان جبرئیل لا ینزل الی الارض بعد موت النبی ﷺ فھو لا اصل لہٗ (روح المعانی زیر آیت خاتم النبیین)

یعنی حدیث **لا وحی بعدی** بے اصل ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ جبریل نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد زمین پر نازل نہیں ہوتے یہ بے اصل ہے۔

پس مودودی صاحب کی یہ دونوں باتیں کہ مسیح موعود نبی کی حیثیت میں مبعوث نہیں ہوگا اور اس پر وحی نازل نہیں ہوگی حدیث نبوی کے بھی خلاف ہے اور علمائے امت کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ انہوں نے یہ دونوں باتیں کہاں سے اخذ کی ہیں کیونکہ خدا اور رسولؐ کے اقوال تو ان کا ماخذ نہیں ہو سکتے۔

خاتم النبیین ﷺ کی پیروی میں مسیح موعود کا امتی نبی کی حیثیت میں آنا علماء امت کو بھی بجز مودودی صاحب مسلّم ہے اور یہ عقیدہ بموجب حدیث صحیح مسلم خاتم النبیین کے منافی نہیں اور آیت خاتم النبیین کے لازمی معنی آخری شارع اور مستقل نبی قرار پاتے ہیں نہ کہ محض آخری نبی جو بقول مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی محض ایک عامیانہ خیال ہے نہ کہ اہل فہم کے معنی پس مودودی صاحب کا رسالہ ختم نبوت ان کا کوئی علمی کارنامہ نہیں محض بعض سطحی خیالات کا مرقع ہے۔

امام غزالیؒ پر افتراء:۔ مودودی صاحب نے جو حوالہ جات پیش کئے ہیں ان میں سے بعض میں کتر و بیونت سے کام لیا ہے۔ لیکن امام غزالی علیہ الرحمۃ کے حوالہ میں صریح تحریف سے بھی کام لیا ہے چنانچہ اپنے رسالہ کے صفحہ ۲۴ پر مودودی صاحب نے امام غزالیؒ کی کتاب الاقتصاد صفحہ ۱۱۳ کے حوالہ سے ان کی طرف ذیل کی عبارت منسوب کی ہے:۔

’’امت نے بالاتفاق اس لفظ لا نبی بعدی سے یہ سمجھا ہے کہ نبی ﷺ اپنے بعد کسی نبی اور کسی رسول کے کبھی نہ آنے کی تصریح فرما چکے ہیں اور یہ کہ اس میں کسی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ اب جو شخص اس کی تاویل کر کے اسے کسی خاص معنی کے ساتھ مخصوص کرے

اس کا کلام محض بکواس ہے جس پر تکفیر کا حکم لگانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے متعلق تمام امت کا اجماع ہے‘‘ (رسالہ ختم نبوت صفحہ ۲۴۔۲۵)

جن الفاظ پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے یہ الفاظ امام غزالی پر سراسر افتراء ہیں کیونکہ ان کی کتاب الاقتصاد صفحہ ۱۱۳ پر ہرگز ایسے الفاظ موجود نہیں جن کا ترجمہ یہ الفاظ ہو سکیں۔ مولوی مودودی صاحب نے امام غزالیؒ کے فتویٰ کے رو سے احمدیوں کو خاتم النبیین کی نص کا مکذب اور کافر ٹھہرانے کے لئے امام غزالی کی طرف یہ الفاظ منسوب کر کے ان پر افتراء کیا ہے۔ کیونکہ الاقتصاد میں کوئی ایسی عبارت موجود نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو سکے، جو مودودی صاحب نے درج کیا ہے بلکہ اس عبارت سے کچھ پہلے امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

’’جو شخص حضرت ابو بکر کے وجود اور ان کی خلافت سے انکار کرے اس کی تکفیر لازم نہیں ہو گی کیونکہ یہ اصول دین میں سے جن کی تصدیق ضروری ہے کسی اصل کی تکذیب نہیں ہے بخلاف حج اور نماز اور ارکان اسلام کے۔ ہم اسے اجماع کی مخالفت کی بناء پر کافر نہیں ٹھہرائیں گے کیونکہ ہمیں نظام کو کافر ٹھہرانے میں بھی اعتراض ہے۔ جو سرے سے اجماع کے وجود کا ہی منکر ہے کیونکہ اجماع کے قطعی حجت ہونے میں بہت شبہ ہے‘‘

جب اجماع کے منکر پر امام غزالی اجماع کے قطعی حجت ہونے میں شبہ کی بناء پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے اور سرے سے اجماع کے وجود کے منکر کو بھی کافر نہیں ٹھہراتے تو یہ کس طرح ممکن ہے وہ آگے چل کر خود ہی لا نبی بعدی کی تاویل کرنے والے کو نص کا مکذب اور کافر ٹھہراتے؟ پس مودودی صاحب نے امام غزالی کی طرف سے اپنے رسالہ ختم نبوت میں جو عبارت نقل کی ہے اس کے خط کشیدہ الفاظ سراسر محرف ہیں اور امام غزالی پر افتراء ہیں۔

ایک دینی عالم کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ خدا کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر حوالہ کے پیش کرنے میں اس قسم کی خیانت سے کام لے جس کا ارتکاب مودودی صاحب نے اس عبارت میں کیا ہے۔

مودودی صاحب یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق امام غزالی کی تحریر کا مفہوم لکھا ہے کیونکہ تحقیقاتی کمیشن کے سامنے دس سوالوں کے جواب میں وہ امام غزالی کی کتاب الاقتصاد صفحہ ۱۱۳ کی عربی عبارت میں بھی اسی تحریف کا ارتکاب کر چکے ہیں ۔تحقیقاتی کمیشن کے سامنے انہوں نے عربی عبارت یوں پیش کی تھی جو ان کے مطبوعہ تیسرے بیان میں بھی درج ہے:۔

ان الامة فهمت بالاجماع من هذا اللفظ انهٗ افهم عدم النبی بعدهٗ ابداً وعدم رسول بعدهٗ وانهٗ ليس فيه تاويلٌ ولا تخصيص و من اوله بتخصيص فكلامهٗ من انواع الهذيان لا يمنع الحكم بتكفيره لانهٗ مكذبٌ لهٰذا النص الذی اجمعت الامة علی انه غير مأوّلٍ ولا مخصوصٍ" (الاقتصاد صفحہ ۱۱۳)

اس عبارت میں بھی خط کشیدہ الفاظ محرف ہیں اور امام غزالی کی کتاب الاقتصاد صفحہ ۱۱۳ میں محولہ عبارت اس طرح موجود نہیں ۔غرض امام غزالی نے ایسے شخص کو جو اجماع کا منکر ہو لیکن وہ اصل نص کو مانتا ہو اس جگہ نص کا مکذب قرار نہیں دیا امام غزالیؒ کے نزدیک تو ماٴوّل کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

سوال نمبر ۱۰: ۔کیا مودودی صاحب یا ان کے حامیوں میں یہ جرأت ہے کہ وہ خط کشیدہ عبارت مودودی صاحب کے پیش کردہ الفاظ میں الاقتصاد سے دکھا سکیں؟ ہر گز نہیں ۔ ہر گز نہیں **وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْراً .**

واضح رہے کہ امت محمدیہ کا اجماع صرف اس بات پر ہے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں آ سکتا۔آیت خاتم النبیین اور لانبی بعدی وغیرہ احادیث سے صرف شارع نبی کے انقطاع پر اجماع امت قرار دیا گیا ہے اور جماعت احمدیہ اس اجماع امت کو درست تسلیم کرتی ہے اور اس اجماع میں شریک ہے اور شارع نبی کی آمد کا کسی تاویل و تخصیص کے ساتھ جواز منافی ختم نبوت یقین کرتی ہے۔

آیت خاتم النبیین کی تفسیر

اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب ۴۱ میں فرمایا ہے۔ **مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْماً** ۔یعنی محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

مودودی صاحب اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

''یہ آیت سورۃ احزاب کے پانچویں رکوع میں نازل ہوئی ہے۔اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے کفار و منافقین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے سیدنا محمد ﷺ کے نکاح پر طعن و تشنیع اور بہتان و افتراء کے طوفان اٹھا رہے تھے۔۔۔۔۔

ان کا اولین اعتراض یہ تھا کہ آپ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے حالانکہ آپ کی اپنی شریعت میں بھی بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام ہے۔اس کے جواب میں فرمایا گیا **ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم** ''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں''یعنی جس شخص کی مطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے وہ بیٹا تھا کب،کہ اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا۔تم لوگ تو خود جانتے ہو کہ محمد ﷺ کا سرے سے کوئی بیٹا ہے ہی نہیں''

مودودی صاحب کا بیان یہاں تک بالکل درست ہے۔مگر آگے وہ لکھتے ہیں:۔

''ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اچھا اگر منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہے جب بھی اس کی چھوڑی ہوئی عورت سے نکاح کر لینا زیادہ سے زیادہ بس جائز ہی ہوسکتا تھا آخر اس کا کرنا کیا ضرور تھا۔اس کے جواب میں فرمایا گیا۔ **ولٰکن رسول اللہ** مگر وہ اللہ کے رسول ہیں یعنی ان کے لئے ضروری تھا کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے اس کے بارے میں تمام تعصّبات کا خاتمہ کر دیں اور اس کی حلت کے معاملہ میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں۔پھر مزید تاکید کے لئے فرمایا۔ **وخاتم النبیین** یعنی ان کے بعد کوئی رسول تو درکنار

کوئی نبی تک آنے والانہیں ہے کہ اگر قانون اور معاشرے کی کوئی اصلاح ان کے زمانے میں نافذ ہونے سے رہ جائے تو بعد کا آنے والا نبی یہ کسر پوری کر دے لہٰذا یہ اور بھی ضروری ہو گیا تھا کہ اس رسم جاہلیت کا خاتمہ وہ خود ہی کر کے جائیں'' (رسالہ ختم نبوت صفحہ ٦۔٧)

یہ دوسرا اعتراض جو کفار و منافقین کی طرف سے آیت **ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم** پر وارد ہونا مودودی صاحب نے بیان کیا ہے اس کا چونکہ کوئی تاریخی ثبوت مودودی صاحب کے پاس نہ تھا اس لئے رسالہ ختم نبوت کے حاشیہ میں اسے سیاق کلام سے ماخوذ قرار دیا ہے مگر آج تک کسی مفسر کا ذہن سوائے مودودی صاحب کے **ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم** سے یہ اعتراض پیدا ہونے کی طرف منتقل نہیں ہوا۔ بلکہ یہ سوال آیت **ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم** سے صرف مودودی صاحب کے ذہن کی پیداوار ہے حالانکہ اگلے الفاظ **ولٰکن رسول الله وخاتم النبیین** دراصل اس سوال کا جواب بن ہی نہیں سکتے چونکہ آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اس لئے آپ کے لئے اس نکاح کا کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ یہ سوال تو اس جواب کے بعد بھی باقی رہتا ہے کہ اگر آپ اللہ کے رسول و خاتم النبیین ہیں تو اس نکاح کے جائز ہونے کی صورت میں آپ کے لئے اس کا کرنا کیا ضروری تھا؟ یہ تو کوئی جواب نہیں کہ چونکہ آپ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں اس لئے آپ کے لئے یہ نکاح کرنا ضروری تھا۔ امت کے لئے ایسے نکاح کی حلت خدا تعالیٰ اپنے کلام میں بیان کر سکتا تھا یا رسول کریم ﷺ اپنے قول سے اس کی حلت قرار دے سکتے تھے۔ تو کرنا کیا ضرور تھا کا جواب **رسول الله** اور **خاتم النبیین** کے الفاظ نہیں ہو سکتے۔ یہ سوال **ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم** سے اس لئے بھی پیدا نہیں ہوتا کہ اس اعتراض کا جواب کہ آنحضرت ﷺ نے یہ نکاح کیوں کیا ہے؟ جبکہ زید آپ کا منہ بولا بیٹا تھا۔ اللہ تعالیٰ آیت خاتم النبیین کے نزول سے پہلے خود ان الفاظ میں دے چکا تھا:۔

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَراً زَوَّجْنٰکَهَا لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ

فِيْ اَزْوَاجِ اَدْعِيَائِهِمْ اِذَا قَضَوْ ا مِنْهُنَّ وَطَراً (الاحزاب ۳۸) یعنی جب زیدؓ نے زینبؓ کو طلاق دے دی تو ہم نے اس کا نکاح تجھ سے کرادیا تا مومنوں کے دل میں اپنے منہ بولے بیٹوں کی ازواج سے نکاح کرنے میں جبکہ وہ انہیں طلاق دے دیں کوئی انقباض باقی نہ رہے۔

لہٰذا اس آیت کی موجودگی میں ما کان محمدٌ ابا احدً من رجالکم سے کوئی کافر اور منافق یہ سوال کرنے کا حق نہیں رکھتا تھا کہ آخر اس نکاح کا کرنا کیا ضرور تھا۔ کیونکہ اس کا جواب تو اللہ تعالیٰ پہلے ہی دے چکا تھا۔ پس **ولٰکن رسول الله و خاتم النبيين** کے الفاظ ایسے سوال کا جواب نہیں ہو سکتے۔

اگر اس کے باوجود مودودی صاحب کو اصرار ہو کہ کم از کم ان کے روشن دماغ میں تو **ماکان محمدٌ ابا احدٍ** سے **زوّجنکها لکی لایکون علی المومنین حرجٌ** کی موجودگی میں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے یہ نکاح کیوں کیا؟ تو ہم ان کی خدمت میں عرض پرداز ہیں کہ انہوں نے ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے الفاظ کا یہ ترجمہ کس بناء پر کیا ہے کہ ''کوئی رسول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں ہے'' حالانکہ درکنار کے مفہوم کے لئے آیت ہذا میں کوئی لفظ موجود نہیں بلکہ یہ لفظ آپ نے **خاتم النبيين** کے اپنے مفروض اور خیالی مفہوم کو سہارا دینے کے لئے ترجمہ میں داخل کر دیا ہے۔ اگر بالفرض اس جگہ مودودی صاحب کے خیال میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس نکاح کا کرنا کیا ضرور تھا؟ تو نکاح تو ایک شرعی مسئلہ تھا جسے ایک شارع نبی ہی اپنے قول یا فعل سے حل کر سکتا تھا اس لئے جواب میں ''**رسول الله**'' اور ''**خاتم النبيين**'' کے الفاظ اس صورت میں آپ کی شرعی حیثیت کو بیان کرنے کے لئے سمجھے جا سکتے ہیں **رسول الله** کے الفاظ ایک شارع رسول کی حیثیت ظاہر کرنے کے لئے اور **خاتم النبيين** کے الفاظ نبیوں میں سے ایک اکمل شریعت لانے والے نبی کی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لئے ہیں۔ چنانچہ مودودی صاحب نے خود لکھا ہے:۔

''یعنی ان (آنحضرت ﷺ) کے لئے ضروری تھا کہ جس چیز کو تمہاری رسموں نے

خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے اس کے بارے میں تمام تعصّبات کا خاتمہ کر دیں اور اس کی حلت کے معاملے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں“ (رسالہ ختم نبوت ص ٦)

جب اس غرض کے لئے بقول مودودی صاحب ”رسول اللہ“ اور ”خاتم النبیین“ کے الفاظ لائے گئے تو صاف ظاہر ہے کہ اس جگہ ”رســــــول“ سے مراد ”شارع رسول“ اور ”خــاتـم النبیین“ سے مراد نبیوں میں سے شریعت کی ہر طرح سے تکمیل کر دینے والے نبی کے ہوئے جن کے بعد کوئی شارع نبی نہیں آ سکتا بلکہ اگر آ سکتا ہے تو ان کی خاتمیت کے فیض سے ہی اثر پذیر ہو کر اور ان کی شریعت کی پیروی کرنے کے بعد بہ حیثیت ایک امتی نبی ہی کے آ سکتا ہے جیسا کہ مسیح موعود کا امتی نبی ہونا حدیثوں میں بھی مذکور ہے اور علماء امت کا بھی مذہب رہا ہے۔ مسیح موعود آپ کے بعد آنے والا بھی تھا اور امتی نبی بھی تھا۔ لہٰذا امتی نبوت ختم نبوت کے منافی نہیں۔ پس یہ سیاق کلام جو صرف مودودی صاحب کے دماغ کی پیداوار ہے۔ اس نے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا بلکہ وہ اپنے مقصد میں سراسر ناکام رہے ہیں۔

اصل سیاق آیت:۔ یہ بات ہم نے مودودی صاحب کے سیاق کو بطور فرض محال تسلیم کر کے جواباً لکھی ہے ورنہ دراصل سیاق آیت یہ ہے کہ جب خدا نے فرمایا **مـا کـان مـحـمـدٌ ابا احـدٍ مـن رجالکم** کہ محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں تو اس سے کافروں کے دلوں میں طبعًا یہی ایک سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ جب محمد رسول اللہ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں تو (معاذ اللہ) وہ ابتر اور لاوارث ہوئے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس فقرہ میں آپ کے باپ ہونے کی نفی مطلق طور پر نہیں کی گئی بلکہ جسمانی طور پر باپ ہونے کی نفی کی گئی ہے ورنہ ”رسول اللہ“ اور ”خاتم النبیین“ ہونے کے لحاظ سے آپ معنوی اور روحانی باپ ضرور ہیں۔ رسول اللہ ہونے کے لحاظ سے آپ امت کے باپ ہیں اور خاتم النبیین ہونے کے لحاظ سے آپ نبیوں کے بھی باپ ہیں نہ کہ مطلق آخری نبی۔

ہمارے پیش کردہ سیاق کی حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیو بند

بھی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

''جیسے خاتم بفتح تا کا اثر اور نقش مختوم علیہ میں ہوتا ہے ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوتا ہے۔حاصل مطلب آیت کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوت معروفہ تو رسول اللہ ﷺ کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوت معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔انبیاء کی نسبت تو فقط آیت خاتم النبیین شاہد ہے کیونکہ اوصاف معروض اور موصوف بالعرض (یعنی دوسری نبوتیں اور دوسرے نبی) موصوف بالذات کی (آنخضرت ﷺ) فرع ہوتے ہیں اور موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے اور وہ اس کی نسل اور امتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ میں غور کیجئے'' (تحذیر الناس ص ۱۰۔۱۱)

خاتم النبیین کے معنوں کا مفاد وہ یہ بتاتے ہیں:۔

''اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی (جو نبی آچکے) پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی بلکہ افراد مقدرہ (جن کا آنا تجویز کیا جائے) پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا'' (تحذیر الناس ص ۲۸)

خاتم النبیین کے حقیقی لغوی معنیٰ سے مودودی صاحب کا انکار

مولوی مودودی صاحب نے خاتم النبیین کے معنیٰ محض آخری نبی بیان کرنے کے لئے عربی لغت کی کتابوں سے بعض حوالے پیش کئے ہیں مگر جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ حضرت مولوی محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند کے ایک قول کے مطابق آخری نبی کے معنیٰ کسی ذاتی فضیلت پر دال نہیں بلکہ یہ خاتم النبیین کے عامیانہ معنے ہیں نہ اھل فہم کے معنے۔اہل فہم کے معنے ان کے نزدیک یہ ہیں کہ ''جیسے خـــاتـــم بفتح تاء کا اثر اور نقش مختوم علیہ میں ہوتا ہے ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوگا'' (تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

گویا خاتم الانبیاء کے معنیٰ آپ کے نزدیک نبوت میں موثر وجود ہیں ان معنیٰ کی اصل

حقیقت یہ ہے کہ لفظ ختم کے مصدری معنی میں صرف ایجاد کا مفہوم پایا جاتا ہے اور بنیادی طور پر موجد کے لئے صاحب کمال اور دوسروں سے افضل ہونا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ مفردات راغب میں جو لغت قرآنی کی مستند کتاب ہے۔ لکھا ہے:۔

الختم والطبع یقال علیٰ وجھین مصدر ختمت وطبعت وھو تاثیر الشیء کنقش الخاتم والثانی الاثر الحاصل من النقش (المفردات زیر لفظ ختم)

کہ ختم اور طبع کی دو صورتیں ہیں۔ صورت اول مصدری معنوں کے لحاظ سے ''مہر کے نقش کی طرح آگے اثر پیدا کرنا'' ہے۔ یہ ختم کے مصدری اور حقیقی معنی ہیں اور دوسرے معنی اس کے نقش سے حاصل شدہ اثر کے ہیں اور یہ معنی ختم کے مصدری معنوں کا اثر ہیں۔

پس مصدری یعنی لغوی معنی کے لحاظ سے خاتم الانبیاء حقیقی طور پر وہ شخص ہوگا جو اپنے کمالات نبوت میں موثر ہو یعنی اپنے ذریعہ نبوت کا اثر چھوڑے اور اس کے فیض سے لوگوں میں کمالات نبوت پیدا ہوں اور حسب ضرورت نبوت کا منصب بھی مل سکے۔ اور چونکہ ایسا صاحب کمال اللہ تعالیٰ نے صرف ایک شخص یعنی آنحضرتؐ کو ہی قرار دیا ہے اس لئے لازمی طور پر خاتم الانبیاء کا افضل الانبیاء ہونا اور آخر الانبیاء بمعنی آخری شارع اور مستقل نبی ہونا ضروری ہے۔ مطلق آخری نبی ''خاتم الانبیاء'' کے الفاظ کے صرف مجازی معنی تو ہو سکتے ہیں مگر حقیقی معنی نہیں۔ اور اگر مجازی معنے لئے جائیں تو خاتم الانبیاء ان معنوں سے ذاتی طور پر دوسروں سے کوئی فضیلت نہیں رکھے گا کیونکہ محض آخری ہونا بالذات کسی فضیلت کو نہیں چاہتا۔

آگے مفردات راغب میں اسی جگہ بندش اور بلوغ الآخر کے معنوں کو ختم کے مصدری معنوں سے تجوّز قرار دیا گیا ہے اور تفسیر بیضاوی کے حاشیہ پر **ختم اللہ علی قلوبھم** کی تفسیر میں یہ نوٹ دیا گیا ہے:۔

فالطلاق الختم علی البلوغ والاستیثاق معنیٰ مجازیٌ''

(حاشیہ تفسیر بیضاوی)

یعنی لفظ ختم کا آخری اور بندش کے معنوں میں استعمال مجازی معنیٰ ہیں اور مجازی معنے تب مراد ہوتے ہیں جب حقیقی معنے محال ہوں۔ ہم آیات قرآنیہ سے حقیقی معنوں کی تائید دکھا چکے ہیں۔

مودودی صاحب نے لغت سے جو حوالے پیش کئے ہیں وہ صرف ختم کے مجازی معنے بتاتے ہیں جیسے **ختم الاناء و خاتم القوم** وغیرہ کے معنی۔ مودودی صاحب کا حقیقی معنوں کو چھوڑ کر مجازی معنوں کی طرف رجوع کرنا ان کی کسی اچھی نیت اور تحقیق پر دال نہ ہونے کی وجہ سے عملاً حضرت رسول کریم ﷺ کی ہتک شان اور خاتم الانبیاء کے حقیقی معنی سے انکار کے مترادف ہے لیکن وہ ''بکف چراغ دارد'' کی مثل کے مطابق الٹا جماعت احمدیہ کو منکر ختم نبوت قرار دے رہے ہیں جو آنحضرت ﷺ کو سچے دل سے لغت عرب کے حقیقی اور اصلی معنوں میں بھی خاتم النبیین یقین کرتی ہے اور ان معنوں کے بالتبع حضور علیہ السلام کو افضل النبیین اور آخری شارع اور آخری مستقل نبی بھی یقین کرتی ہے۔

مودودی صاحب کا افضل النبیین کے معنوں سے انکار

لیکن مودودی صاحب آنحضرت ﷺ میں کمالات نبوت کی ایجاد اور اثر کے معنی سے انکاری ہیں اور اس کے معنے محض آخری نبی (جو صرف مجازی معنی ہو سکتے ہیں) لے کر آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء بمعنی افضل الانبیاء سے بھی انکار کر رہے ہیں۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں:۔

''ایک دوسری تاویل اس گروہ نے یہ بھی کی ہے کہ ''خاتم النبیین'' کے معنی ''افضل النبیین'' کے ہیں یعنی نبوت کا دروازہ تو کھلا ہوا البتہ کمالات نبوت حضور پر ختم ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ مفہوم لینے میں بھی وہی قباحت ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے'' (رسالہ ختم نبوت ص۹)

مقصود آپ کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر کمالات کا ختم ہونا جس کے نتیجہ میں آپ کا افضل النبیین ہونا لازم آتا ہے ایسے معنی ہیں جو مودودی صاحب کے پیش کردہ سیاق کے خلاف

ہیں ۔آنحضرت ﷺ خاتم النبیین کے معنوں کی وجہ سے افضل النبیین ثابت ہوں یا نہ ہوں مودودی صاحب کی بلا سے،ان کا پیش کردہ خیالی اور مفروض سیاق ضرور درست رہنا چاہئے،خواہ اس سے آنحضرت ﷺ کی ذاتی خوبیوں اور فضیلت پر پانی پھر جائے حالانکہ اگر وہ ذرا غور وتامل سے کام لیتے تو آنحضرت ﷺ پر کمالات کا ختم ہونا اور آپ کا افضل النبیین ہونا ان کے مفروض سیاق کے بھی خلاف نہیں کیونکہ اس سے آپ آخری شارع نبی قرار پاتے ہیں۔

مودودی صاحب خاتم النبیین کے معنی آخرنبیوں کی مہر مان کر لکھتے ہیں:۔

''عربی لغت اور محاورہ کے رو سے خاتم کے معنی ڈاکخانے کی مہر کے نہیں جسے لگا لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد وہ مہر ہے جو لفافے پر اس لئے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر کی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز اندر جائے'' (رسالہ ختم نبوت ص۱۲)

لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لفافہ والی مہر لگ چکی ہے اور وہ لفافۂ انبیاء کے اندر بند ہو چکے ہیں تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس بند لفافہ سے مہر توڑے بغیر نکل کر امت محمدیہ میں کیسے آسکتے ہیں؟ کیونکہ بقول ان کے انبیاء کے لفافہ پر مہر بندش والی لگ چکی سو اندر کا نبی باہر نہیں آسکتا۔ جب تک مہر ٹوٹ نہ جائے اور یہ مہر ٹوٹ نہیں سکتی۔لہٰذا ان کا امت محمدیہؐ میں اصالتاً آنا محال ہوا۔ ہاں لفافہ والی مہر پہلے انبیاء پر لگ سکتی ہے اور وہ سب انبیاء مستقل نبی ہیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے بعد آنے والے امتی نبی پر تو خاتم النبیین کی مہر بند کرنے کے لئے نہیں لگ سکتی بلکہ اس کی تصدیق اور اس کے جاری کرنے کے لئے ہی لگ سکتی ہے۔فتووں پر علماء کی مہریں فتووں کو جاری کرنے کے لئے ہوتی ہیں نہ کہ انہیں کو بند کرنے کے لئے۔ڈاکخانہ والی مہر سے پہلے فتووں والی مہر کا رواج عام رہا ہے جو فتووں کو جاری کرتی یعنی مستند بناتی ہے۔آخر مودودی صاحب خاتم النبیین کی مہر کا کیوں علماء کی فتووں والی متداول اور قدیم سے رائج مہر پر قیاس نہیں کرتے۔واضح رہے کہ ڈاکخانہ والی مہر بھی عربی لغت اور محاورہ کے معنوں میں خاتم ہے نہ کہ لغت ومحاورہ عربی کے خلاف۔عربی لغت کے معنی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔اب محاورہ کے

معنی ملاحظہ ہوں جو بالکل لغت کے مطابق ہیں۔

خاتم کے محاورات:۔امت کے اندر خاتم الاولیاء، خاتم الفقہاء، خاتم المحدثین اور خاتم الشعراء کا محاورہ شائع وذائع ہے جس کے معنے کوئی عقلمند محض آخری ولی، محض آخری فقیہہ یا محض آخری محدث یا محض آخری شاعر نہیں لیتا۔ایک شاعر کہتا ہے ؎

فجع القریض بخاتم الشعراءٖ

وغدیر روضتھا حبیب الطائی

یعنی شعر خاتم الشعراء اور اس کے باغ کے تالاب حبیب الطائی کی وفات سے دردمند ہو گیا ہے۔

اس جگہ خاتم الشعراء کے معنی آخری شاعر نہیں کیونکہ یہی شعر کہنے والا خود بھی شاعر ہے جو اس وقت زندہ موجود تھا۔اسی طرح خاتم الاولیاء کے معنے ہیں ایسا کامل ولی جس کے اثر اور فیض سے ولی پیدا ہوں اور خاتم الفقہاء اور خاتم المحدثین وہ اشخاص ہوں گے جن کے اثر اور فیض سے فقیہہ اور محدث پیدا ہوں اور خاتم الشعراء کے یہ معنے ہوں گے کہ وہ ایسا باکمال شاعر ہے کہ جس کے اثر سے شاعر پیدا ہو سکتے ہیں۔

یہ معنی لفظ ختم کے مصدری لغوی معنی کے لحاظ سے ہیں اور افضلیت کے معنی ان معنوں کے بالتبع پیدا ہوتے ہیں اور ان حقیقی معنی کو لازم ہوتے ہیں اور خاتم النبیین میں آخریت کے معنی صرف اس حد تک مسلم ہوں گے جو ان حقیقی معنی سے اختلاف نہ رکھیں اور ان کے متضاد نہ ہوں اور ان کے ساتھ جمع ہو سکیں۔محض آخری نبی کے معنے چونکہ مجازی معنی ہیں اور خاتم النبیین کے مصدری حقیقی لغوی معنی سے تضاد رکھتے ہیں اس لئے ان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ہاں آخری شارع اور آخری مستقل نبی ان معنوں کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں کیونکہ جب دنیا میں ایک ہی فرد حقیقی خاتم النبیین ہے تو ضروری ہے کہ وہ آخری شارع اور مستقل نبی بھی ہو۔اور آئندہ نبوت صرف اس کی پیروی اور فیض کے واسطہ سے مل سکے نہ کہ براہ راست اور اس کے فیض سے آئندہ ہونے والا

صرف امتی نبی کہلا سکتا ہو نہ کہ مستقل نبی۔ کیونکہ خاتم النبیین ﷺ شریعت تامہ کاملہ مستقلہ الیٰ یوم القیامہ لانے والے نبی ہیں نہ کہ ایسے آخری نبی جو شریعت تامہ کاملہ مستقلہ الی یوم القیامہ کی امتیازی حیثیت سے خالی ہو اور صرف نبوت عامہ کے لحاظ سے آخری نبی ہو۔

پس مودودی صاحب کو خاتم النبیین کے حقیقی معنوں سے انکار کر کے اور اس کے معنی محض آخری نبی کر کے اور ان کو حقیقی معنی سمجھ کر (حالانکہ یہ مجازی معنی ہیں) آنحضرت ﷺ کے افضل النبیین ہونے سے بھی انکار کرنا پڑا اور وہ ختم نبوت محمد یہ کے فیضان سے بھی منکر ہو رہے ہیں۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

چونکہ خاتم النبیین کے معنوں کی بنیاد ہی مودودی صاحب نے غلط رکھی ہے اس لئے جو عمارت اس پر انہوں نے تعمیر کی ہے وہ سر تا پا بھونڈی اور خاتم النبیین کی بزرگ شان کے منافی ہے۔ کجا مودودی صاحب کے یہ معنی کہ آنحضرت ﷺ گویا آخری بادشاہ کی طرح آخری نبی ہیں اور کجا ہمارے معنی کہ آنحضرت ﷺ انبیاء کے لئے مہر ہیں یعنی روحانی شہنشاہ ہیں جن کی ماتحتی میں اور جن کی مہر ختمیت کی تاثیر وفیض سے روحانی بادشاہ بھی ہو سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم تو مودودی صاحب کے نزدیک ختم نبوت کے منکر ٹھہرے اور مودودی صاحب ختم نبوت کے حقیقی لغوی معنی کا انکار کر کے اور افضل النبیین کے معنوں کو رد کر کے اور فیضان نبوت محمد یہ کو بند قرار دے کر ختم نبوت کے ماننے والے ہیں۔ گویا ختم نبوت ان کے نزدیک نبوت محمد یہ کے فیضان کی بندش کا نام ہے اور خاتم النبیین آپ کی افضلیت بر انبیاء پر دال نہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ تو فرماتے ہیں:۔

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود ‏ ‏ ‏ ‏ مثل او نے بود نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست ‏ ‏ ‏ ‏ نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

یعنی آنحضرت ﷺ اس لئے خاتم ہیں کہ سخاوت یعنی فیض پہنچانے میں نہ آپ کی مثل کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ جب کوئی استاد کاریگری میں اپنا کمال دکھاتا ہے تو کیا اے مخاطب تو نہیں کہتا کہ اس پر کاریگری ختم ہوگئی ہے۔ پس خاتم النبیین کے حقیقی معنی ہیں نبوت کا فیض پہنچانے میں کامل کاریگر نبی (مثنوی مولانا روم جلد۲ دفتر ششم ص ۴۹۶ مطبوعہ منشی نول کشور لکھنؤ)

پھر وہ آپؐ کا فیض یوں بیان فرماتے ہیں۔

مکر کن در راہ نیکو خدمتے　　　تا نبوت یابی اندر امتے

یعنی نیکی کی راہ میں گویا آنحضرت ﷺ کی اطاعت میں ایسی خدمت بجا لا کہ تجھے امت کے اندر نبوت مل جائے۔ (مثنوی دفتر پنجم ص ۳ مطبع مجید کانپور)

پس خاتم النبیین کے حقیقی معنی نبی تراش ہیں اور افضل النبیین اور آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہونا ان معنی کے توابع اور لوازم ہیں۔ نحوی لحاظ سے لٰکن سے پہلے منفی جملہ ہو جیسا کہ آیت زیر بحث میں ہے تو اس کے بعد والا جملہ مثبت مفہوم رکھتا ہے۔ پس لٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین کا جملہ منفی مفہوم نہیں رکھتا لہٰذا اس کے معنی محض آخری نبی نہیں ہوسکتے کیونکہ ان کا مفہوم منفی ہے جو یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس خاتم النبیین کے مثبت معنی اس جگہ نبی تراش ہیں اور اوپر کے باقی معنی اس کے لوازم ہیں جو مثبت و منفی ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی'' (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ حاشیہ ص ۱۰۰)

سوال نمبر ۱۱:۔ کیا مودودی صاحب امام راغب اصفہانی کے ان معنوں کو جھٹلا سکتے ہیں کہ ''ختم'' مصدر کے لغوی معنی ''تاثیر الشیء'' اور ''اثر حاصل'' ہیں اور باقی تمام

معنی محض مجازی ہیں؟

حدیث اٰخر الانبیاء کی تشریح

آنحضرت ﷺ سے صحیح مسلم کی ایک حدیث میں وارد ہے:۔

انی اٰخر الانبیاء وان مسجدی اٰخر المساجد[1]

دوسری احادیث نبویہ **لوعاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً**[2] اور **ابوبکر افضل ھذہ الامۃ الا ان یکون نبیٌ**[3] اور **ابوبکرٍ خیر الناس الا ان یکون نبیٌ**[4] میں جب خود آنحضرت ﷺ نے نبوت کا امکان قرار دیا ہے تو حدیث مندرجہ عنوان کی یہی تشریح ہوسکتی ہے کہ جن معنوں میں مسجد نبوی آنحضرت ﷺ کے نزدیک آخری مسجد ہے انہی معنوں میں آپ آخر الانبیاء ہیں۔ جس طرح مسجد نبوی کے بعد ایسی مساجد کا بنانا جائز ہے جن کا وہی قبلہ ہو جو مسجد نبوی کا قبلہ ہے خواہ ایسی مساجد عام مسلمان بنائیں یا مسیح موعود، ان کا بنانا مسجد نبوی کے ماتحت ہونے کی وجہ سے جائز ہوگا۔ اسی طرح آپ نے اپنے تئیں انہی معنوں میں آخر الانبیاء قرار دیا ہے کہ آپ کے مقابل میں کوئی نبی نہیں آسکتا مگر آپ کے تابع نبی آسکتا ہے جس کی وہی شریعت ہو جو آپ کی شریعت ہے۔

مودودی صاحب تین مسجدوں مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی میں عبادت کے زیادہ ثواب پر مذکور حدیثوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

''حضورؐ کے ارشاد کا منشاء یہ ہے کہ اب چونکہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اس لئے میری اس مسجد کے بعد دنیا میں کوئی چوتھی مسجد ایسی بننے والی نہیں ہے جس میں نماز پڑھنے کا

ا:۔ مسلم کتاب الحج باب فضل الصلوٰۃ فی مسجدا لمدینۃ ومکۃ

۲:۔ موضوعات کبیر از ملا علی قاری ص ۵۸ مطبع مجتبائی دہلی۔

۳:۔ کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق ص ۴۔

۴:۔ کنز العمال جلد ۱۱ حدیث ۳۲۵۴۸ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب۔

ثواب دوسری مسجدوں سے زیادہ ہو اور جس کی طرف نماز کی غرض سے سفر کر کے جانا درست ہو‘‘
(رسالہ ختم نبوت ص ۲۰ حاشیہ)

جب مودودی صاحب کے نزدیک ’’اخر المساجد‘‘ کا یہ مطلب ہے کہ ایسی کوئی مسجد نہ بنے گی جس میں عبادت کا ثواب مسجد نبوی سے زیادہ ہو تو اس لحاظ سے ’’اخر الانبیاءؑ‘‘ کے یہ معنے ہوئے کہ اب ایسا کوئی نبی نہیں ہوگا جس کا درجۂ نبوت اور شان نبوت آنحضرت ﷺ کے درجہ سے بڑا ہو۔ پس جس طرح مسجد نبوی کے بعد کی مساجد ثواب عبادت میں مسجد نبوی سے کم درجہ کی ہوں گی، اسی طرح آنحضرت ﷺ کے بعد جو نبی آئے گا وہ آپ سے کم درجہ کا ہوگا۔ اسی لئے احادیث نبوی میں مسیح موعود کو نبی اللہ بھی قرار دیا گیا ہے اور امتی بھی۔

سوال نمبر ۱۲:۔ مودودی صاحب بتائیں کہ اگر آنحضرت ﷺ ان معنوں میں اخر الانبیاء تھے کہ آپ مطلق آخری نبی ہیں تو آپؐ نے مسیح موعود کو کیوں نبی اللہ قرار دیا۔ اور اوپر کی تین حدیثوں میں اپنے بعد کیوں امکان نبی تسلیم فرمایا؟

نوٹ:۔ مودودی صاحب کی انقطاع نبوت پر پیش کردہ باقی احادیث کا اصولی جواب ہم امت کے مسلّمہ آئمہ دین اور اولیائے امت اور فقہائے ملت کے اقوال سے دے چکے ہیں۔ تفصیلی جواب رسالہ الفرقان اپریل مئی ۱۹۶۲ء کے خاتم النبیین نمبر یا نشر و اشاعت کے رسالہ ’’القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین‘‘ میں ملاحظہ فرمائیں ۔ اس میں مفسرین کے اقوال کے متعلق بھی مفصل بحث درج ہے۔

مسیلمہ کذاب سے لڑائی کی وجہ

مودودی صاحب صحابہ کرام کے اجماع کے عنوان کے ماتحت اپنے رسالہ کے صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں:۔

’’صحابہ نے جس جرم کی بناء پر ان (مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں ناقل) سے جنگ کی تھی وہ بغاوت کا جرم نہ تھا بلکہ یہ جرم تھا کہ ایک شخص نے محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اور

دوسرے لوگ اس کی نبوت پر ایمان لائے ۔ یہ کارروائی حضور کی وفات کے فوراً بعد ہوئی ہے۔ ابوبکر صدیق ؓ کی قیادت میں ہوئی ہے اور صحابہ کی پوری جماعت کے اتفاق سے ہوئی ۔ اجماع صحابہ کی اس سے زیادہ صریح مثال شاید ہی کوئی ہو‘‘ (رسالہ ختم نبوت ص ۲۳)

مودودی صاحب کا یہ دعویٰ سراسر بے بنیاد ہے کیونکہ صحابہ نے جس جرم کی بناء پر مسیلمہ کذاب سے جنگ کی وہ یقیناً بغاوت کا جرم تھا نہ کہ دعویٰ نبوت کا جرم ۔ مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت تو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں کر رکھا تھا جب آنحضرت ﷺ نے اس بناء پر اس پر چڑھائی نہ کی تو حضرت ابوبکرؓ اور صحابہ کرامؓ اس بناء پر اس پر کیسے چڑھائی کی جرأت کر سکتے تھے۔ مودودی صاحب کا یہ بیان اسلامی تاریخ کے سراسر خلاف ہے اور انہوں نے تاریخی حقائق کو چھپانے کی کوشش کی ہے ورنہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مسیلمہ باغی تھا اور اس کے ساتھی حربی مرتد تھے یعنی اسلامی اسٹیٹ (حکومت) کی بغاوت کے جرم کے مرتکب ہو چکے تھے اس لئے ان سے محارب کفار کا سا سلوک کیا گیا نہ کہ مسلمان باغیوں کا سا ۔ چنانچہ تاریخ طبری مترجم اردو مطبوعہ حیدر آباد دکن کے جلد اول حصہ چہارم کے چند کوائف ملاحظہ ہوں :۔

(۱) مسیلمہ نے بغاوت کی تھی (ص ۹۳)

(۲) چالیس ہزار کا لشکر جرار تیار کیا تھا (ص ۷۱)

(۳) اس نے کہا کہ میں اپنی اور سجاّح کی فوج کے ساتھ تمام عرب پر قبضہ کروں گا (ص ۶۴)

(۴) اسلامی حکومت کے اندر یمامہ میں خود خراج وصول کرتا تھا (ص ۶۴)

(۵) علاوہ ازیں تاریخ الخمیس جلد ۱ ص ۱۷۷ پر لکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد اس نے حجر و یمامہ سے آپ کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن اثال کو نکال دیا تھا اور خود ان کا حاکم بن گیا تھا۔

پس صحابہؓ نے مسیلمہ کذاب اور اس کے قبیلہ بنو حنیفہ کے خلاف محض ارتداد کی بناء پر

جنگ نہیں کی بلکہ بغاوت کے جرم کی وجہ سے جنگ کی تھی کیونکہ مسیلمہ باغی تھا اور بنوحنیفہ محض مرتد نہ تھے بلکہ حربی مرتد تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وقت جن قبائل عرب سے لڑائی کا حکم دیا ان میں ایسے قبائل بھی تھے جن میں کوئی مدعی نبوت موجود نہ تھا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اعلان کے مطابق سب ایسے لوگوں سے جنگ میں یکساں سلوک کیا گیا یعنی انہیں اسیر بنایا گیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا گیا۔ مسیلمہ کذاب کے متعلق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوئی ایسا خصوصی اعلان نہیں فرمایا تھا کہ اس کے دعوئ نبوت کی وجہ سے اس کے خلاف چڑھائی کی جارہی ہے۔

ہمارا چیلنج:۔ ہمارا چیلنج ہے کہ اگر مودودی صاحب سچے ہیں تو وہ ایسا خصوصی اعلان پیش کریں جس سے صحابہ کا اس بات پر اجماع ثابت ہو خواہ سکوتی اجماع ہی ثابت ہو کہ مسیلمہ کذاب پر ہم اس کے دعوئ نبوت کی وجہ سے چڑھائی کر رہے ہیں وہ باغی نہیں۔

مسیلمہ تشریعی نبوت کا مدعی تھا

واضح ہو کہ مسیلمہ کذاب تشریعی نبوت کا مدعی تھا اور آنحضرت ﷺ کے مدمقابل ہو کر نبوت کا دعویٰ کر رہا تھا۔ لہٰذا اگر کوئی ایسا اعلان بفرض محال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے موجود بھی ہوتا تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ استدلال ہو سکتا تھا کہ صحابہؓ تشریعی نبوت کے دعویٰ کو ختم نبوت کے منافی سمجھتے تھے اس لئے تشریعی نبوت کا دعویٰ بھی چڑھائی کے موجبات میں سے ایک موجب تھا اور دوسرا موجب اس کی بغاوت تھی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسیلمہ کذاب تشریعی نبوت کا مدعی تھا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:۔

اس نے آنحضرت ﷺ کے بالمقابل تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا اور شراب اور زنا کو حلال قرار دیا۔ فریضۂ نماز کو ساقط کر دیا۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں سورتیں لکھیں۔ پس شریر اور

مفسد لوگوں کا گروہ اس کے تابع ہو گیا‘‘ (حجج الکرامہ ص۲۳۴ ترجمہ از فارسی مطبع شاہ جہاں بھوپال)

یہی مضمون طبری جلد اول ص ۵۸۱ پر موجود ہے۔ پس مسیلمہ تشریعی نبوت کا مدعی ہونے کی وجہ سے کافر تھا اور اسلامی حکومت کی بغاوت کی وجہ سے اس پر چڑھائی کی گئی اور اس سے محارب کفار کا سا سلوک کیا گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کی احتیاط:۔ تاریخ طبری مترجم اردو جلد اول حصہ چہارم ص ۶۷ پر لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لشکر کو ہدایت فرمائی تھی:۔

’’ان مرتدین پر حملہ کرنے سے پہلے ان کے گاؤں کے باہر اذان دینا۔ اگر وہ بھی اذان و اقامت کہیں تو ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے‘‘

یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کمال احتیاط تھی کہ مسیلمہ کذاب اور ان کے ساتھیوں میں اسلامی اذان و اقامت کے پائے جانے پر آپ نے ان سے جنگ کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ کجا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ حزم و احتیاط اور کجا مودودی صاحب کی یہ ظالمانہ حرکت کہ وہ احمدیوں کو (نماز کے لئے ندا) دینے، قبلہ رخ ہو کر (۔۔۔) نمازیں پڑھنے اور پانچ بنائے (دین) پر ایمان رکھنے اور آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین یقین کرنے کے باوجود مسیلمہ کذاب کی طرح جو تشریعی نبوت کا مدعی تھا، مرتد قرار دے کر واجب القتل ٹھہرانا چاہتے ہیں۔

سوال نمبر۱۳:۔ اس موقعہ پر ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے اس بیان کو پڑھ کر بھی مودودی صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب تشریعی نبوت کا مدعی نہیں تھا بلکہ امتی نبوت کا دعویدار تھا اور اس نے اسلامی اسٹیٹ کی کوئی بغاوت نہیں کی تھی بلکہ وہ اس کے ماتحت ایک پرامن شہری کی طرح زندگی بسر کر رہا تھا؟

مفسرین کے اقوال

اجماع امت کے عنوان کے ماتحت مودودی صاحب نے مفسرین کے اقوال خاتم النبیین کے معنی میں پیش کر کے اس بات پر اجماع ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ ساری

امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ان کا یہ دعویٰ اجماع باطل ہے کیونکہ تیرہ مسلمہ بزرگوں کے اقوال سے ہم دکھا چکے ہیں کہ آیت خاتم النبیین اور احادیث نبویہ میں صرف تشریعی نبوت کا انقطاع مراد ہے۔امت کے اجماع کا دعویٰ اگر کیا جائے تو صرف اس بات پر کیا جا سکتا ہے کہ علماء سابقین کا صرف تشریعی اور مستقل نبوت کے انقطاع پر اجماع ہے اور اس اجماع میں جماعت احمدیہ بھی شامل ہے۔

جن مفسرین کے اقوال مودودی صاحب نے پیش کئے ہیں ان میں سے کوئی مودودی صاحب کا ہم خیال نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ مسلوب النبوۃ ہو کر آئیں گے۔ چنانچہ ان میں سے حضرت امام علی القاریؒ تو صاف لکھتے ہیں:۔

"عیسیٰ علیہ السلام کے نبی اور آنحضرت ﷺ کے تابع ہو کر احکام شریعت کے بیان کرنے اور آپ کے طریق کو پختہ کرنے میں کوئی منافات موجود نہیں خواہ وہ یہ کام اس وحی سے کریں جو ان پر نازل ہو" (ترجمہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد۵ص۵۶۴)

اور علامہ آلوسی مفسر قرآن اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:۔

"فھو علیہ السلام نبیٌ و رسولٌ قبل الرفع و فی السماء و بعد نزول و بعد الموت ایضاً" (روح المعانی زیر آیت خاتم النبیین)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام رفع سے پہلے بھی نبی اور رسول ہیں۔آسمان میں بھی نبی اور رسول ہیں اور نزول کے بعد بھی اور موت کے بعد بھی نبی اور رسول ہیں۔

سوال نمبر۱۴:۔ان اقوال کی موجودگی میں مودودی صاحب کس طرح علماء امتِ محمدیہ کا اس پر اجماع ثابت کر سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کے تابع امتی نبی کا آنا بھی آیت خاتم النبیین کے منافی ہے؟

صدارت اور نبوت

مودودی صاحب عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''ان کا آنا بلاتشبیہہ اسی نوعیت کا ہوگا جیسے ایک صدرِ ریاست کے دور میں کوئی سابق صدر آئے اور وقت کے صدر کی ماتحتی میں مملکت کی کوئی خدمت انجام دے۔ایک معمولی سمجھ بوجھ کا آدمی بھی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ایک صدر کے دور میں کسی سابق صدر کے محض آجانے سے آئین نہیں ٹوٹتا'' (رسالہ ختم نبوت ص ۵۶)

اس عبارت میں مودودی صاحب آنحضرت ﷺ کو صدر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سابق صدر سے عملاً تشبیہہ بھی دیتے ہیں مگر آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ بلاتشبیہہ ایسا لکھ رہے ہیں۔گویا ''اسی نوعیت کا ہوگا جیسے'' کے الفاظ آپ کی لغت میں تشبیہہ کا فائدہ نہیں دیتے۔خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ ہے۔اصل بات یہ ہے کہ علماء امت جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعد از نزول بھی نبی اللہ قرار دیتے چلے آئے ہیں مگر نبی نائب کی حیثیت میں۔ پس جس طرح ایک صدر کے دور میں ایک نائب صدر کا وجود خلاف آئین نہیں ہوتا۔اسی طرح خاتم النبیین ﷺ کی ماتحتی میں آپ کے کسی امتی کا نبیٔ نائب کی حیثیت میں آنا بھی منافیٔ ختم النبیین نہیں۔یہ بات ہر کوئی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ صدر کے ساتھ کسی نائب صدر کا وجود کسی طرح بھی خلاف آئین نہیں۔

سوال نمبر ۱۵:۔کیا مودودی صاحب صدر کی موجودگی میں نائب صدر کو خلاف آئین قرار دے سکتے ہیں۔

مودودی صاحب کے نزدیک نبی کی حقیقت

مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

''محض اصلاح کے لئے نبی دنیا میں کب آیا ہے کہ آج صرف اس کام کے لئے وہ آئے؟ نبی تو اس لئے مقرر ہوتا ہے کہ اس پر وحی کی جائے اور وحی کی ضروریات یا تو کوئی نیا پیغام دینے کے لئے ہوتی ہے یا پچھلے پیغام کی تکمیل کرنے کے لئے، یا اس کو تحریفات سے پاک کرنے کے لئے'' (رسالہ ختم نبوت ص ۳۶)

نبی کی یہ تینوں صورتیں تشریعی نبی کی ہیں۔ نبی کی چوتھی صورت جوانہوں نے اس سے پہلے ص ۳۵ پر بیان کی ہے یہ ہے کہ۔

''ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لئے ایک اور نبی کی حاجت ہو''

اس کے متعلق وہ لکھتے ہیں:۔

''اگر اس کے لئے کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضورؐ کے زمانے میں آپ کے ساتھ مقرر کیا جاتا۔ظاہر ہے کہ جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ وجہ بھی ساقط ہوگئی''(رسالہ ختم نبوت ص ۳۶)

اس کے متعلق عرض ہے، کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے مودودی صاحب کی بیان کردہ پہلی تینوں صورتوں میں سے جو تشریعی نبوت کی صورتیں ہیں، کسی صورت میں بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ جماعت احمدیہ انہیں ایسا نبی یقین کرتی ہے۔ چوتھی صورت مودودی صاحب کے نزدیک ساقط ہے۔اب پانچویں صورت کے متعلق سنیں کہ آنحضرت ﷺ نے صحیح مسلم کی حدیث میں جس کا پہلے ذکر آچکا ہے مسیح موعود کو چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے اور اس پر وحی کا نزول بھی بیان فرمایا ہے۔شارع نبی تو کوئی آنہیں سکتا اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ کوئی نبی ہوا نہیں تو یہ پانچویں قسم کی نبوت اگر اصلاح خلق کے لئے نہیں ہے جو مسیح موعود کو حاصل ہوگی تو مودودی صاحب بتائیں کہ آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود کو صاحب وحی اور نبی اللہ کیوں قرار دیا؟ مطلق نبوت کے ارتفاع پر جب امت کا اجماع نہیں تو اب پانچویں قسم کا جو نبی آئے گا۔وہ اصلاح کے لئے نہیں ہوگا تو اور کس غرض کے لئے ہوگا؟ حضرت امام عبدالوھاب شعرانی علیہ الرحمۃ واشگاف الفاظ میں لکھتے ہیں:۔

''فان مطلق النبوة لم ترتفع انما ارتفعت نبوة التشريع''

(الیواقیت والجواہر جلد۲ ص ۳۴۶ مبحث نمبر ۳۳ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

پس بے شک مطلق نبوت نہیں اٹھی صرف تشریعی نبوت اٹھی ہے۔

امید ہے کہ مودودی صاحب اب اپنے مضمون پر نظر ثانی کر کے اپنے خیالات میں

اصلاح فرمالیں گے اور یہ تسلیم کرلیں گے کہ محض اصلاح کے لئے بھی نبی آ سکتا ہے۔

بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جو نبی آئے وہ سب اصلاح خلق کے لئے مبعوث ہوتے رہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِیْهَا هُدًی وَّنُوْرٌ یَحْکُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا۔ (المائدہ آیت ۴۵)

یعنی بے شک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔اس تورات کے ذریعہ کئی نبی جو خدا تعالیٰ کے فرماں بردار تھے یہودیوں کے لئے بطور حکم کام کرتے تھے۔

مسیح موعود کی شان میں بھی حدیث نبوی میں **حکمٌ و عدلٌ** کے الفاظ وارد ہیں۔اگر حکمیت اصلاح خلق کے مترادف نہیں تو مودودی صاحب یوں سمجھ لیں کہ پانچویں قسم کا نبی بشان حکمیت آتا ہے اور مسیح موعود کی نبوت بھی جو حدیثوں میں بیان ہوئی ہے وہ بھی بشان حکمیت ہے۔ پس بشان حکمیت نبی کا آنا جبکہ وہ آنحضرت ﷺ کا امتی ہو، نبوت کی ایسی قسم ہے جو آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں۔اگر یہ منافیٔ ختم نبوت ہوتی تو رسول کریم ﷺ نہ مسیح موعود کو امتی نبی قرار دیتے نہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے نبیوں کی طرح اسے امت محمدیہ میں حکم کی حیثیت میں آنے والا بیان فرماتے۔فتدبروا یا اولی الابصار۔

مسیح موعود اور دجال کی حقیقت

(۱) دجال کے ظہور اور مسیح ابن مریم علیہ السلام کے نزول کے متعلق اکیس احادیث درج کرنے کے بعد جو درحقیقت آنحضرت ﷺ کے مکاشفات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے تعبیر طلب ہیں، مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

”آخری بات جو ان احادیث سے اور بکثرت دوسری احادیث سے بھی معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دجال جس کے فتنۂ عظیم کا استیصال کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجا جائے گا یہودیوں میں سے ہوگا اور اپنے کو مسیح کی حیثیت میں پیش کریگا۔۔۔۔آج

تک دنیا بھر کے یہودی اس مسیح موعود کے منتظر ہیں جس کے آنے کی خوشخبریاں ان کو دی گئیں تھیں ۔۔۔۔۔اس کی خیالی لذت کے سہارے صدیوں سے یہودی جی رہے ہیں اور یہ امید لئے بیٹھے ہیں کہ یہ مسیح موعود ایک جنگی اور سیاسی لیڈر ہوگا جو دریائے نیل سے دریائے فرات تک کا علاقہ (جسے یہودی اپنی میراث سمجھتے ہیں) انہیں واپس دلائے گا اور دنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کو لا لا کر اسی ملک میں پھر سے جمع کردے گا۔

اب اگر کوئی شخص مشرق وسطیٰ کے حالات پر ایک نگاہ ڈالے اور نبی ﷺ کی پیشین گوئیوں کے پس منظر میں ان کو دیکھے تو وہ یہ فوراً محسوس کریگا کہ اس دجال اکبر کے لئے اسٹیج بالکل تیار ہو چکا ہے جو حضورؐ کی دی ہوئی خبروں کے مطابق مسیح موعود بن کر اٹھے گا۔۔۔۔۔اس مسیح دجال کے مقابلہ کے لئے اللہ تعالیٰ کسی مثیل مسیح کو نہیں بلکہ اصلی مسیح کو نازل فرمائے گا ۔۔۔۔۔مسیح دجال ستر ہزار یہودیوں کا لشکر لے کر شام میں گھسے گا اور دمشق کے سامنے جا پہنچے گا۔ ٹھیک اس نازک موقعہ پر دمشق کے مشرقی حصہ میں سفید مینار کے قریب (اور یہ سفید مینار اس وقت وہاں موجود ہے) حضرت عیسیٰ ابن مریم صبحدم نازل ہوں گے اور نماز فجر کے بعد مسلمانوں کو اس کے مقابلہ پر لے کر نکلیں گے۔ان کے حملے سے دجال پسپا ہو کر افیق کی گھاٹی سے (جہاں حدیث میں تو اس کے خدا کے ہاتھوں ہلاک ہونے کا ذکر ہے ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲۱ مگر مودودی صاحب کی بناوٹ کے مطابق) اسرائیل کی طرف پلٹے گا اور وہ اس کا تعاقب کریں گے۔آخر کار لُدّ کے ہوائی اڈے پر پہنچ کر وہ ان کے ہاتھ سے مارا جائے گا'' (رسالہ ختم نبوت ص ۵۷ تا ۶۱)

ہم نے مودودی صاحب کے اقتباس کا ضروری حصہ انہی کے الفاظ میں اوپر درج کر دیا ہے۔تعجب ہے کہ جس طرح یہودی سچے مسیح کا انکار کر کے بقول مودودی صاحب ایک اور اسرائیلی کے مسیح موعود بن کر آنے کے قائل ہیں جسے وہ اپنا جنگی اور سیاسی لیڈر سمجھتے ہیں ۔اسی طرح مودودی صاحب بھی سچے مسیح موعود کا انکار کر کے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے امت محمدیہ کا مسیح موعود بن کر بصورت جنگی وسیاسی لیڈر کے مسلمانوں کا انتظار دلانا چاہتے ہیں۔

یہودیوں سے کوئی مسیح موعود ظاہر نہیں ہوگا

مگر مودودی صاحب کی یہ امید کبھی بر نہیں آئے گی کہ یہودیوں میں سے کوئی شخص مسیح موعود کا دعویٰ کر کے کھڑا ہوگا جو دراصل مسیح الدجال ہوگا اور یہودی اسے مسیح موعود قبول کر کے اپنا سیاسی اور جنگی لیڈر بنائیں گے کیونکہ یہودی تو ایلیاء نبی کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں اور اپنے موعود مسیح کی آمد سے پہلے ملاکی نبی کی پیشگوئی کے مطابق ایلیاء نبی کے دوبارہ آسمان سے اتر کر آنے کے قائل ہیں اور دیوار گریہ کے ساتھ سر جوڑ کر رورو کر دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایلیاء نبی کو جلد دوبارہ بھیجے۔ انہوں نے ایلیاء کے آسمان سے اصالتاً آنے کا قائل ہونے کی وجہ سے ہی اپنے سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا انکار کر دیا تھا اور ان کی اس تاویل کو صحیح تسلیم نہیں کیا تھا کہ یوحنا (یحیٰ علیہ السلام) ایلیا کی قوت اور روح میں آنے کی وجہ سے پیشگوئی کا موعود ہے اس لئے ایلیاء نبی اپنے مثیل کی صورت میں مجھ سے پہلے آچکا ہے۔ جب یہودیوں کے عقیدہ کا یہ حال ہے تو ان میں سے کوئی مسیح موعود کا دعویٰ کر کے ان میں مقبول نہیں ہوسکتا جسے یہودی سچا تسلیم کر کے اپنا مسیح موعود اور جنگی اور سیاسی لیڈر مان لیں جب تک اصلی ایلیاء ان کے عقیدہ کے مطابق آسمان سے نہ اترے۔ پس نہ یہودیوں میں سے کوئی مسیح موعود بن کر آسکتا ہے جسے یہودی قبول کر لیں اور نہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اس مفروض دجال کو قتل کرنے کے لئے آنے کی ضرورت ہوگی۔

حدیثوں میں مذکور دجال یہودیوں کی شاخ یعنی عیسائیوں سے ظاہر ہو چکا ہے اور اس سے مقابلہ کے لئے مسیح موعود کا ظہور بھی عرصہ ہوا، ہو چکا ہے مگر مودودی صاحب اسے شناخت نہیں کر سکے۔

دجال سے متعلقہ احادیث پر مودودی صاحب کا سابقہ تبصرہ

مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

(ا) ''کانا دجال وغیرہ سب افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ ان چیزوں کو

تلاش کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت بھی نہیں ۔عوام میں اس قسم کی جو باتیں مشہور ہوں ان کی کوئی ذمہ داری اسلام پرنہیں اوران میں سے کوئی چیز اگر غلط ثابت ہوجائے تو اس سے اسلام کو کوئی نقصان نہین پہنچتا'' (ترجمان القرآن ستمبر۔اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۱۸۶ جلد ۲۷ عدد ۳۔۴)

(۲)''دجال کے متعلق جتنی احادیث نبی ﷺ سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضورؐ کواللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معاملہ میں جوعلم ملا تھا وہ صرف اسی حد تک تھا کہ ایک بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہےاوراس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی اوروہ ان خصوصیات کا حامل ہوگا لیکن آپؐ کونہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا اور کہاں ظاہر ہوگا اور یہ کہ آیا وہ آپؐ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپؐ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے۔ان امور کے متعلق جومختلف باتیں حضورؐ سے احادیث میں منقول ہیں وہ دراصل آپؐ کے قیاسات ہیں جن کے بارے میں آپؐ خود شک میں تھے۔کبھی آپؐ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ دجال خراسان سے اٹھے گا۔کبھی یہ کہ اصفہان سے اور کبھی یہ کہ شام وعراق کے درمیانی علاقہ سے۔۔۔۔آخری روایت یہ ہے کہ ۹ھ میں جب فلسطین کے ایک عیسائی راہب (تمیم داری) نے آکراسلام قبول کیا اور آپ کوقصہ سنایا کہ ایک مرتبہ وہ سمندر میں (غالبًا بحیرہ روم یا بحرعرب) سفرکرتے ہوئے ایک غیر آباد جزیرے میں پہنچے اور وہاں ان کی ملاقات ایک عجیب شخص سے ہوئی اوراس نے انہیں بتایا کہ وہ خود ہی دجال ہےتو آپ نے ان کے بیان کوبھی غلط باورکرنے کی کوئی وجہ نہ سمجھی البتہ اس پر اپنے شک کا اظہار فرمادیا کہ اس بیان کے رو سے دجال بحر روم یا بحرعرب میں ہےمگر میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا۔یہ تردد اول تو خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں آپؐ نے وحی کی بناء پرنہیں فرمائی تھیں اورآپ کا گمان وہ چیزنہیں ہے جس کے صحیح نہ ثابت ہونے سے آپ کی نبوت پرکوئی حرف آتا ہو یا جس پر ایمان لانے کے لئے ہم مکلّف کئے گئے ہوں۔۔۔۔حضورکواپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد میں ظاہر ہوجائے یا آپ کے بعدکسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہولیکن کیا ساڑھے تیرہ سوبرس کی تاریخ نے

یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضورؐ کا اندیشہ صحیح نہیں تھا۔ اب ان چیزوں کو اس طرح نقل و روایت کئے جانا کہ گویا یہ بھی اسلامی عقائد ہیں نہ تو اسلام کی صحیح نمائندگی ہے اور نہ ہی اسے حدیث کا صحیح فہم کہا جاسکتا ہے'' (رسالہ ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۱ء ورسائل ومسائل ص ۵۷)

اس بیان پر ذیل کے سوال پیدا ہوتے ہیں:۔

سوال نمبر ۱۶:۔ جب دجال کے متعلق روایات مودودی صاحب کے نزدیک مشکوک تھیں تو انہوں نے ان روایات کو کس سیاسی غرض کے ماتحت نقل کیا ہے کیونکہ مذہبی لحاظ سے تو بقول ان کے ان کا نقل و روایت کرتے جانا نہ اسلام کی صحیح نمائندگی اور نہ حدیث کا صحیح فہم؟

سوال نمبر ۱۷:۔ جب آنحضرت ﷺ کو ''یہ نہیں بتایا گیا کہ دجال کب اور کہاں ظاہر ہوگا'' تو مودودی صاحب نے کیوں اس مضمون میں یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ دجال موعودہ ریاست فلسطین کے یہودیوں میں سے مسیح موعود کا دعویٰ کر کے کھڑا ہوگا اور پھر دمشق میں خروج کرے گا۔ حالانکہ تمیم داری کی روایت سن کر آنحضرت ﷺ دجال کے متعلق فرما چکے ہیں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا اور دمشق مدینہ منورہ سے مشرق میں نہیں؟

(ب) مودودی صاحب دجال اور مسیح ابن مریم کے نزول کے متعلق احادیث کے الفاظ یکسر الصلیب کو ظاہری معنوں میں نہ لے کر ان کی اپنے رسالہ میں تعبیر کرتے ہیں کہ

''عیسائیت الگ دین کی حیثیت میں ختم ہو جائے گی'' (ختم نبوت ص ۴۰)

اور حدیث کے الفاظ یقتل الخنزیر کے ظاہری معنے ترک کر کے ان کی یہ تعبیر کرتے ہیں کہ

''جب وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) بتائیں گے کہ میں نے تو اپنے پیروؤں کے لئے سؤر حلال نہیں کیا تھا اور نہ شریعت کی پابندی سے آزاد ٹھہرایا تھا تو عیسائیت کی دوسری امتیازی خصوصیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا'' (رسالہ ختم نبوت ص ۴۰)

یعنی اس طرح صلیب کا توڑنا ظاہری طور پر نہ ہوگا اور مسیح موعود ظاہری طور پر خنزیر کو قتل نہیں کرے گا بلکہ عیسائیوں کو اس کا گوشت کھانے کے لئے مارنے سے روک دینا حضرت مسیحؑ کے سؤروں کو قتل کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے گویا مودودی صاحب نے ان الفاظ کو استعارہ مان لیا ہے۔

سوال نمبر ۱۸:۔ لہٰذا اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حدیث کے ایک حصہ کو انہوں نے استعارہ مان لیا ہے تو کیوں اس کے دوسرے حصہ یعنی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے دمشق کے مینارہ کے پاس آسمان سے اترنے اور دجال کو حربہ کے ساتھ قتل کرنے کے الفاظِ حدیث کو ایک مثیل مسیح کے آسمانی تائید کے ساتھ آنے اور دلیل کے حربہ کے ساتھ دجال کی تحریک کو مٹانے کے لئے استعارہ یقین نہ کیا جائے؟

(ج) مودودی صاحب فرماتے ہیں:۔

''حیات مسیح اور رفع الی السماء قطعی طور پر ثابت نہیں۔ قرآن کی مختلف آیات سے یقین پیدا نہیں ہوتا'' (تقریر مودودی صاحب اچھرہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء ماخوذ از آئینہ مودودیت)

پھر فرماتے ہیں:۔

''مسیح علیہ السلام کے رفع کا مسئلہ متشابہات میں سے ہے'' (اخبار کوثر ۲۱ فروری ۱۹۵۱ء)

اس حقیقت کے باوجود مودودی صاحب نے اپنے رسالہ ختم نبوت میں پیش کردہ نزول مسیح کی احادیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اصالتاً نازل ہونے کا یقین دلانے کی کوشش کی ہے حالانکہ احادیث کے متعلق ان کا مذہب یہ ہے:۔

''آیاتِ قرآنی کے منزل من اللہ ہونے میں تو کسی شک کی گنجائش ہی نہیں۔ بخلاف اس کے روایات میں اس شک کی گنجائش موجود ہے کہ واقعی حضور کی ہیں یا نہیں''

(رسائل و مسائل ص ۲۷۰)

سوال نمبر ۱۹:۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مودودی صاحب نے کیوں اپنے عقیدہ اور مسلک کے خلاف نزول مسیح کی احادیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصالتاً آسمان سے اترنے پر عوام الناس کو یقین دلانے کی کوشش کی ہے جبکہ وہ از روئے

قرآن مجید ان کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کو قطعی اور یقینی نہیں سمجھتے اور روایات میں قرآن مجید کے بالمقابل اس شک کی گنجائش موجود قرار دیتے ہیں کہ واقعی آنحضرت ﷺ کی ہیں یا نہیں؟

(د) مودودی صاحب امام مہدی علیہ السلام کے متعلق ایک حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھ چکے ہیں:۔

''حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دینا جس سے عقلی آزمائش اور امتحان کا کوئی موقعہ باقی نہ رہے حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سنت کو امام مہدی ہی میں بدل دے گا اور ان کی بیعت کے وقت آسمان سے منادی کرے گا کہ لوگو! یہ ہمارا خلیفہ مہدی ہے اس کی سنو اور اطاعت کرو''

(ترجمان القرآن جون ۱۹۴۶ء بحوالہ رسائل ومسائل جلد اول ص ۵۱)

سوال نمبر ۲۰:۔ اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر مودودی صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے دمشق کے مشرق میں سفید منارہ کے پاس ظاہری طور پر اتر آنے کا لوگوں کو کیوں یقین دلانا چاہتے ہیں؟ کیا یہ امر سنت اللہ اور حکمت خداوندی کے خلاف نہیں؟ کیا اس سے ''حقیقت'' مہدی کے متعلق آسمان سے آواز آنے سے بڑھ کر بے نقاب نہیں ہو جاتی اور عقلی آزمائش اور امتحان کا موقعہ مفقود نہیں ہو جاتا۔

(ہ)۔ مودودی صاحب اپنے رسالہ میں یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کے نازل ہوتے ہی مسلمان اور عیسائی سب انہیں قبول کر لیں گے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

''اس وقت ملتوں کے اختلافات ختم ہو کر سب لوگ ایک ہی ملت میں شامل ہو جائیں گے اور اس طرح نہ جنگ ہوگی اور نہ کسی پر جزیہ عائد کیا جائے گا'' (رسالہ ختم نبوت ص ۴۱)

سوال نمبر ۲۱:۔ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر آنحضرت ﷺ تک کسی نبی کے زمانہ میں بھی ایسا ہوا ہے کہ اس کے آتے ہی

بلا مقابلہ اس کے زمانہ کے سب لوگوں نے اسے یکدم قبول کرلیا ہو۔کیا ایسے عقیدہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلحاظ قبولیت ایسی عظمت نہیں مل جاتی جو کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئی حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ کو بھی یہ عظمت (نعوذ باللہ) حاصل نہ ہوئی کہ ان کی قوم نے بلا مقابلہ انہیں قبول کرلیا ہو؟

مودودی صاحب کی بے اصولی:۔پس مودودی صاحب کا دجال اور نزول مسیح کے متعلق یہ سارا مضمون ان کے اپنے مسلمات اور مسلک کے خلاف ہے اور ان کے بے اصولے پن کا ایک شاہکار ہے

ہمارا مسلک احادیث کے متعلق

ہمارا مسلک ایسی احادیث کے متعلق جو اخبار غیبیہ پر مشتمل ہیں کسی بے اصولی پر مبنی نہیں چونکہ احادیث جو اخبار غیبیہ پر مشتمل ہیں وحی خفی یعنی مکاشفات سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے ایسی احادیث مکاشفات اور رویائے صالحہ کی طرح تعبیر طلب ہوتی ہیں اور ہم ان کی ایسی تعبیرات کرتے ہیں جن سے عقلی آزمائش اور امتحان باقی رہے اور یومنون بالغیب کا ثواب اٹھ نہ جائے اور سنت اللہ اور حکمت خداوندی قائم رہے ۔اگر کسی جگہ دو یا زیادہ حدیثیں بظاہر مختلف مضمون بیان کرتی ہوں تو ہم ان میں تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں ۔اور اگر ایسی حدیثوں میں تطبیق نہ دی جاسکتی ہو تو پھر ہم اقرب الی الصواب کو ترجیح دیتے ہیں ہم اخبار غیبیہ پر مشتمل احادیث کا آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے استخفاف پسند نہیں کرتے جیسا کہ مودودی صاحب نے کانا دجال کے ذکر پر مشتمل احادیث کو افسانہ قرار دیا ہے جو صریح استخفاف ہے۔مودودی صاحب نے توھذا خلیفة الله المھدی کی حدیث کو رد کردیا ہے مگر ہم اسے بھی صحیح سمجھتے ہیں۔کیونکہ احمدیوں کے نزدیک امام مہدی کے متعلق آسمانی نشان جو رمضان شریف میں چانداور سورج کے گرہن کی صورت میں ظاہر ہوا وہ ایک طرح سے آسمانی آواز ہی تھی جو بتارہی تھی کہ خداتعالیٰ کا خلیفہ مہدی آچکا ہے اس کی سنو اور اطاعت کرو۔مگر افسوس

ہے کہ مودودی صاحب کے روحانی کان اس کے سننے سے محروم رہے۔ علاوہ ازیں کئی احمدیوں کو الہامی طور پر یہ خبر دیا جانا کہ امام آخر الزمان کا ظہور ہو چکا ہے آسمانی آواز ہی ہے جو انہوں نے اپنے دل کی گہرائیوں میں سنی۔

اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم دجال کے ظہور اور مسیح ابن مریم کے نزول کے متعلق احادیث کی اہم باتوں کی تعبیرات بھی لکھ دیں۔

دجال کے ظہور اور نزولِ مسیح کی احادیث کی صحیح تعبیرات

(۱) مسیح ابن مریم کے نزول سے ان کے کسی مثیل کا آسمانی تائید کے ساتھ آنا مراد ہے۔ آنحضرت ﷺ کو مکاشفہ میں ان کا دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے اترتے دکھائی دیئے جانے کی تعبیر یہ ہے کہ مثیل مسیح کو ملائکہ کی تائید حاصل ہوگی۔

(۲) صبح کے وقت نازل ہونے سے مراد یہ ہے کہ مسیح موعود کا ظہور ایسے وقت ہوگا جبکہ اسلام سے تاریکی کا دَور دُور ہونے اور اس کی نشأۃ ثانیہ کا وقت آجائے گا۔

(۳) مسلمانوں کے صبح کی نماز کی تیاری کے وقت مسیح کے نازل ہونے سے یہ مراد ہے کہ مسیح موعود کی آمد سے پہلے مسلمانوں کی ایک جماعت خدمتِ اسلام کے لئے آمادہ ہوگی اور اس کی منتظر ہوگی اور اس کے دعویٰ کرنے پر اسے اپنا امام تسلیم کرلے گی۔ مسیح موعود کا اس وقت یہ کہنا کہ ''فرجوا بینی وبین عدو اللہ'' سے یہ مراد ہے کہ یہ جماعت دجال سے مقابلہ کرنا چاہتی ہوگی مگر اپنے طریق پر اس کے مقابلہ کے قابل نہیں ہوگی۔ اس لئے دجال کے مقابلہ میں مسیح موعود اپنے تئیں پیش کردے گا اور اس کی دلیل کے حربہ سے دجالی تحریک ختم ہوگی۔ یہی دجال کا قتل ہے۔

(۴) دمشق کے مشرق میں سفید منارہ کے پاس نزول کی تعبیر وہ مقام ہے جہاں مسیح موعود کا ظہور ہونے والا تھا۔ قادیان کا نورانی مقام دمشق سے مشرق میں ہی واقع ہے جہاں سے مسیح موعود نے دعویٰ کیا ہے۔ اس تعبیر سے دمشق کے مشرق میں مسیح کے نازل ہونے والی حدیث

اور مدینہ منورہ کے مشرق میں دجال کے ظاہر ہونے کی دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے ورنہ دمشق مدینہ منورہ سے مشرق میں نہیں۔

ان حدیثوں کے مطابق مسیح موعود کو دجال کا مقابلہ ایسے مقام سے کرنا چاہئے جو دمشق سے بھی مشرق میں ہو اور مدینہ منورہ سے بھی مشرق میں ہو اور یہ مقام ہندوستان اور اس کا صوبہ پنجاب ہے۔

پس (دین حق) کی نشأۃ ثانیہ کی تحریک ہندوستان سے ہی شروع ہونے والی تھی جو مذاہب کی منڈی تھی اور یہ خصوصیت کسی اور ملک کو حاصل نہ تھی کہ اس میں سب مذاہب پائے جائیں۔

دمشق کے مشرق میں سفید منارہ کے پاس مسیح کے نزول کی حدیث ایک طرح سے ظاہری الفاظ میں بھی پوری ہو چکی ہے کیونکہ ۱۹۲۴ء میں سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے سفر دمشق میں اس سفید منارہ کے پاس نزولِ اجلال فرمایا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں آپ کے اس فرزند موعود کو بھی ایک مسیح قرار دیا گیا ہے۔ نیز نائب کے ذریعہ کسی پیشگوئی کا پورا ہونا بھی منیب کے ہاتھ سے ہی پورا ہونا سمجھا جاتا ہے جیسے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آپ کے ایک مکاشفہ میں قیصر و کسریٰ کے خزائن کی چابیاں دی گئیں مگر یہ پیشگوئی حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر ان کی خلافت کے زمانہ میں پوری ہوئی (صحیح بخاری کتاب التعبیر باب رؤیا الّیل) حضرت مسیح موعود علیہ السلام قبل ازیں اس کی تعبیر میں فرما چکے تھے **ثم یسافر المسیح الموعود او خلیفۃٌ من خلفائہٖ الیٰ ارض دمشق۔**

(حمامۃ البشریٰ روحانی خزائن جلد ۷ ص ۲۲۵)

(۵) روایت نمبر ۲۱ کے ان الفاظ سے کہ پتھر اور درخت پکار اٹھیں گے، کہ اے عبد اللہ، اے عبد الرحمٰن، اے مسلم یہ الیہودی ہے اسے قتل کرو۔ مودودی صاحب کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ دجال یہودی ہوگا حالانکہ یہ سب الفاظ بھی تعبیر طلب ہیں کیونکہ پتھر اور درخت کا ظاہری طور پر پکار اٹھنا بھی اسی طرح سنت اللہ اور حکمت خداوندی کے خلاف ہے جیسے مودودی صاحب کے نزدیک

آسمان سے یہ آواز آنا کہ یہ ہمارا خلیفہ مہدی ہے اس کی سنو اور اطاعت کرو، سنت اللہ اور حکمت خداوندی کے خلاف ہے۔ پس حجر اور شجر کے پکار اٹھنے کی تعبیر یہ ہے کہ جن دلائل کو دجال مضبوط اور تسلی دہندہ سمجھ کر ان کی پناہ لے رہا ہوگا۔ وہ دلائل بزبان حال مسیح موعود اور اس کی (۔۔۔) جماعت کے سامنے خود اپنی کمزوری کا اعلان کر رہے ہوں گے اور مسیح موعود اور اس کی جماعت کے دلائل کے سامنے دجال اپنے دلائل سے کوئی پناہ اور سہارا نہیں پا سکے گا۔ اور حسب آیت **لیھلک من ھلک عن بینۃٍ** کہ ہلاک ہوا وہ جو دلائل سے ہلاک ہو۔ دجال دلائل کی رو سے ہلاک ہو جائے گا اور یہی اس کا قتل کیا جانا ہے۔ جس کے بعد اس کی قوم اسلام میں نیا روحانی جنم لے گی۔

کسر صلیب اور قتل خنزیر کے الفاظ کی تعبیر خود مودودی صاحب نے بھی یہی کی ہے کہ عیسائیت الگ دین کی صورت ختم ہو جائے گی۔

(۶) اس حدیث میں دجال کو ''الیھـــــودی'' اس لئے کہا گیا ہے کہ عیسائیت بھی دراصل یہودی مذہب کی ایک شاخ ہے۔ نیز اپنے زمانہ کے مسیح موعود کا انکار کرنے کی وجہ سے جس طرح یہود نے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کا انکار کر دیا تھا۔ دجال یہودیوں سے مشابہت رکھنے اور ان کا مثیل ہو جانے کی وجہ سے تمثیلی زبان میں ''الیھـــــودی'' قرار دیا گیا ہے۔ پس الیھـــودی دجال کا وصفی نام ہے نہ کہ خاندانی۔ کیونکہ اسی حدیث میں آگے مسیح موعود کی جماعت کے متعلق لکھا ہے۔ **ویکسرون الصلیب ویقتلون الخنزیر** کہ وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے جس سے خود مودودی صاحب عیسائیت کا الگ دین کی صورت میں ختم ہو جانا مراد لے رہے ہیں۔ پس مسیحی دجال دراصل یہودی نہیں۔ اسے تمثیلاً الیھـــودی قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ آنخضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دجال کے فتنہ سے بچنا چاہے وہ سورہ کہف کی پہلی دس آیات کی تلاوت کرے۔ آنخضرت ﷺ کی مراد یہ ہے کہ یہ آیات پڑھنے والا دجال کے نمایاں وصف کو معلوم کر کے اس کی شناخت کر لے گا۔ اس لئے اس کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچ جائے گا۔ سورہ کہف کی پہلی دس آیات میں دجال کا پتہ دینے والی اہم

آیات یہ ہیں:۔

وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا . مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ (الکہف۵۔۶)

یعنی اللہ تعالیٰ انہیں خبردار کرتا ہے جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹا بنالیا ہے۔اس بات کا نہ انہیں علم ہے اور نہ ان کے آباء کو۔

سورۃ مریم میں اس کو فتنۂ عظیمہ قرار دیا گیا ہے

سورۃ مریم کے آخر میں جس کا تعلق عیسائیوں سے ہے اس فتنۂ عظیمہ کا ذکر تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا. اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا کی آیت (۹۱۔۹۲) میں کیا گیا ہے یعنی قریب ہے کہ ان کے خدا کا بیٹا بنانے سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔اس سے بڑا مذہبی فتنہ قرآن مجید میں اور کوئی بیان نہیں ہوا۔اور حدیث میں سب سے بڑا فتنہ دجال کا قرار دیا گیا ہے۔پس دجال کا خروج عیسائیوں میں سے ہی ہونے والا تھا۔چنانچہ خدا کا بیٹا بنانے والے اور اس عقیدہ پر اصرار کرنے والے اس آخری زمانہ میں مغربی اور یورپین پادری ہیں جو اس عقیدہ کی جابجا تبلیغ کرتے پھرتے ہیں کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام ابن اللہ ہیں بلکہ وہ خود خدا ہیں۔

پس دجال دراصل عیسائیوں میں سے ہی ظاہر ہونے والا تھا نہ کہ یہودیوں میں سے عزیر کو خدا کا بیٹا قرار دینے والے یہودی جو عرب میں صدرِ اسلام موجود تھے۔اب بالکل معدوم ہو چکے ہیں۔

(۷) مسیح موعود کا حربہ جس سے وہ دجال کو قتل کرنے والا تھا محض سماوی حربہ ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث میں مسیح موعود کے متعلق یضع الحرب کے الفاظ وارد ہیں (جن کا یہ مطلب ہے کہ مسیح موعود لڑائی کو روک دے گا۔یعنی اس کا مقابلہ روحانی ہوگا نہ ظاہری لڑائی سے)یہ سماوی حربہ اس بات کا ثبوت مہیا کرنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی موت سے بچ کر کشمیر کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔اور وہاں آپ نے اپنی طبعی زندگی کے دن گذار کر وفات پائی تھی۔

کتاب جیز زاِن روم(Jesus in Rome) کے بیان سے ظاہر ہے کہ اب محقق عیسائی بھی اس خیال کی حمایت کرنے لگے ہیں۔حال ہی میں کوہ ایتھاس سے انجیل مرقس کا ایک قدیمی نسخہ برآمد ہوا ہے جس میں مسیحؑ کے مشرق میں ظاہر ہونے کا ذکر ہے۔جو صاحب اس مضمون کے متعلق سیر حاصل بحث معلوم کرنا چاہیں،وہ ہمارے ذیل کے رسائل و کتب کا مطالعہ کریں:۔

(۱) مسیح ہندوستان میں۔مصنفہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ۔

(۲) مسیح مشرق میں　　　　(۳) مسیح کشمیر میں

(۴) صحائف قمران　　　　(۵) قبطی انجیل کا انکشاف

(۶) مسیح بلاد شرقیہ میں

ان میں سے بعض رسائل صیغہ نشر و اشاعت نظارت اصلاح و ارشاد ربوہ سے طلب کئے جا سکتے ہیں۔

اس عقیدہ کے پھیل جانے سے عیسائیت اور یہودیت دونوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جہاں جہاں یہ عقیدہ پھیلتا جا رہا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیبی موت سے بچ کر مشرق میں ہجرت کر گئے تھے وہاں دجالی تحریک ساتھ ہی ساتھ ناکام ہوتی جا رہی ہے۔

(۸) مودودی صاحب کی پیش کردہ احادیث میں دجال کا مقام قتل دمشق بھی بیان ہوا ہے (حدیث ۱۶) جبل افیق کی گھاٹی کا قرب بھی (حدیث۲۰) اور باب لد بھی (حدیث۱۵) جبل افیق اور باب لد کے درمیان مودودی صاحب کے رسالہ میں دیئے گئے نقشہ کے مطابق بعد المشرقین ہے۔یعنی جبل افیق ریاست فلسطین سے باہر شمال مشرق میں ہے اور باب لد ریاست کی سرحد پر جنوب مغرب میں۔اس امر کی وضاحت کے لئے ہم مودودی صاحب کے رسالہ ختم نبوت میں دیئے گئے نقشہ کا عکس درج ذیل کرتے ہیں۔

اس نقشہ سے یہ حقیقت واضح ہے کہ جبل افیق سے باب لد بہت دور واقع ہے۔اور دونوں جگہ دجال کی ظاہری ہلاکت درست نہیں ہوسکتی مودودی صاحب نے دونوں حدیثوں میں تطبیق دینے کے لئے یہ تاویل کی ہے کہ دجال جبل افیق سے حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام سے پسپا ہونا شروع ہوگا اور آپ باب لد تک اس کا مقابلہ کر کے اسے قتل کریں گے۔

گویا ایک حدیث میں دجال کی ہلاکت کی تعبیر ان کے نزدیک دجال کی پسپائی ہے۔ مگر یہ تعبیر بھونڈی ہے کیونکہ دجال کی ہلاکت کے لئے حدیثوں میں تین مقام بیان ہوئے ہیں۔ اوّل دمشق، دوم جبل افیق، سوم باب لد، چونکہ دجال کا قتل ظاہری طور پر مراد نہیں تھا بلکہ مودودی صاحب کی کسر صلیب اور قتل خنزیر کی تعبیر کی طرح اس کی تعبیر بھی عیسائیت کا ختم ہو جانا ہے۔لہٰذا آنحضرت ﷺ کے ان تینوں مکاشفات کی تعبیر یہ ہے کہ دجالی تحریک کا انجام کار شہروں میں بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ پہاڑی علاقوں میں بھی خاتمہ ہو جائے گا اور میدانی علاقوں میں بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

دمشق شہروں کا قائم مقام ہے اور جبل افیق پہاڑی مقامات کا اور باب لد میدانوں کے دیہاتی علاقوں کا۔اس طرح یہ سب حدیثیں ایک دوسرے کے مطابق ہو جاتی ہیں اور دجال کے ہر جگہ کلّی استیصال کو ظاہر کرتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کو دمشق ،جبل افیق اور باب لد وغیرہ کے بعض علاقوں کا مکاشفات میں دکھایا جانا اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بھی تھا کہ بگڑی ہوئی عیسائیت کی بنیاد اور تبلیغ کے لئے یہ علاقے ایک تاریخی پس منظر کی حیثیت رکھتے تھے۔

دجالی تحریک کا لمبا مقابلہ:۔احادیث میں دجالی تحریک کا ساری دنیا میں مسیح موعود کے حربہ سے یکدم ختم ہو جانا مراد نہیں بلکہ جس طرح مذہبی تحریکات کامیابی کے لئے ایک لمبے وقت اور جد وجہد کو چاہتی ہیں اسی طرح دجالی تحریک کے کلی استیصال کے لئے لمبا زمانہ چاہیئے جبکہ تمام مذاہب کو خدا تعالیٰ بموجب حدیث نبوی ہلاک کر کے اسلام میں داخل کردے گا۔ چنانچہ ایک

حدیث نبوی میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وارد ہے:۔

عن ابی هریرة قال قال رسول اللله ﷺ.....قال(موسیٰ)یارب انی اجد فی الالواح امةً یؤتون العلم الاول والاخر فیقتلون قرون الضلالة المسیح الدجال (دلائل النبوۃ جلد ا ص ۱۴)

یعنی ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔۔۔۔موسیٰ نے کہا اے میرے رب میں الواح میں ایک قوم کا ذکر پاتا ہوں جنہیں پہلا[ا] اور آخری علم دیا جائے گا۔پس وہ ضلالت کی صدیوں میں مسیح الدجال کا مقابلہ کرتے رہیں گے۔

اس حدیث کی روشنی میں مسیح موعود کی جماعت کو دجال کے ساتھ لمبا عرصہ مقابلہ کرنا پڑے گا۔تب جا کر دجالی تحریک کا خاتمہ ہوگا اور اس طرح دجال ہلاک ہوگا یہ نہیں کہ مسیح موعود کے دعویٰ کے ساتھ ہی آناً فاناً دجال قتل کر دیا جائے گا۔

(۹) مودودی صاحب کی پیش کردہ احادیث میں ہے کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے اور جہاں تک اس کی نظر پہنچے گی وہاں تک اس کا دم پہنچے گا۔ظاہری طور پر یہ عجوبہ بھی عقلی آزمائش اور امتحان کو کالعدم کرتا ہے اور سنت الٰہیہ اور حکمت خداوندی کے خلاف ہے۔لہٰذا مسیح موعود کے دم سے کافروں کے مرنے کی تعبیر یہ ہے کہ مسیح موعود کی بددعا سے وہ کافر مریں گے جن پر اس کی بددعا کے لئے نظر پڑے گی۔یہ مراد نہیں کہ اس کا سانس زہریلا ہوگا جس سے ہر کافر حد نظر تک مرتا چلا جائے گا۔اگر یہ مراد ہوتی تو دجال کو حربہ سے قتل کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔مسیح موعود کا زہریلا سانس ہی اسے ہلاک کر دیتا چونکہ دجال ایک شخص نہیں بلکہ ایک خاص تحریک ہے اس لئے اس کا استیصال دلیل کے ساتھ لمبے عرصہ تک مقابلہ کو چاہتا ہے۔

(۱۰) دجال کی روایات میں اس کے مقامات خروج میں اختلاف ہے۔اس کا خراسان

ا:۔حدیث میں پہلے اور پچھلے علم پر قتل دجال متفرع کیا گیا ہے لہٰذا دجال کا قتل علمی دلائل سے ہوگا نہ مادی حربہ سے۔

سے خروج بھی مذکور ہے۔اصفہان سے خروج بھی مذکور ہے۔دمشق اور شام وعراق کے درمیان سے خروج بھی مذکور ہے۔تمیم داری کی روایت کے مطابق جزیرہ سے خروج بھی مذکور ہے اور مدینہ منورہ سے مشرق میں خروج بھی مذکور ہے۔

ان روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ دجال ایک شخص نہیں بلکہ اس کے مظاہر مختلف اشخاص اور ان کی تحریکات ہیں جو مختلف مقامات سے مختلف رنگوں میں خروج کرنے والے تھے۔ جزیرہ (برطانیہ) سے نکل کر ہندوستان میں خروج کرنے والا دجال یورپین پادریوں کی تحریک تھی ،جس کا انگریزوں کے ہندوستان پر مسلط ہونے کے بعد ایک سیلاب اُمڈ آیا تھا اور اس وقت مسلمانوں کے کئی شریف گھرانے عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے تھے اور جا رہے تھے۔

(۱۱) مودودی صاحب کانا دجال کے ذکر پر مشتمل احادیث کو افسانہ قرار دے چکے ہیں۔مگر ہم ان احادیث کو ان کی طرح افسانہ نہیں بلکہ تعبیر طلب سمجھتے ہیں کیونکہ دراصل ایسی حدیثیں آنحضرت ﷺ کے کشوف پر مشتمل ہیں۔پس دجال کے دائیں آنکھ سے کانا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی روحانی آنکھ نابینا ہو گی۔چنانچہ یورپین پادریوں کی دینی نابینائی کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہے کہ وہ ایک انسان کو خدا بنا رہے ہیں جو تمام حوائج بشری رکھتا تھا۔

(۱۲) دجال اور مسیح ابن مریمؑ کے نزول کے متعلق جو احادیث مودودی صاحب نے پیش کی ہیں ان میں سے بعض میں ہے کہ مسیح علیہ السلام مسلمانوں کے امیر کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور بعض میں ہے کہ وہ خود امام ہوں گے دونوں قسم کی روایات میں بظاہر تضاد ہے۔مودودی صاحب نے دوسری قسم کی احادیث کو رد کر دیا ہے۔اور مسیح ابن مریم کو بعد از نزول مسلمانوں کے امیر کے تابع قرار دیا ہے جو ایک نبی کی صریح ہتک ہے۔ہمارے نزدیک دونوں قسم کی احادیث میں یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ چونکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ آخری زمانہ کے مامور کی دو حیثیتیں ہیں،ایک مقام مہدویت کی اور دوسری مقامِ عیسویت کی جیسا کہ مسند احمد بن حنبل کی حدیث **یوشك من عاش منكم ان يلقىٰ عيسى ابن مريم اماماً مهدياً** سے ظاہر ہے کہ جس شخص کو عیسیٰ قرار دیا گیا ہے اسی کو امام مہدی بھی قرار دیا گیا ہے یہ موعود امام ''**المهدى**''

ہونے میں آنحضرت ﷺ کا کامل بروز ہونے کی وجہ سے ساری دنیا کی اصلاح سے تعلق رکھتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا کامل بروز ہونے کی وجہ سے امت کا مسیح موعود بن کر عیسائیوں کی اصلاح کرنے والا تھا۔ لہٰذا اس کی مہدی ہونے کی حیثیت اصل اور مقدم ہے اور مسیح ہونے کی حیثیت فرع اور متاخّر ہے۔ مگر چونکہ مسیح موعود ہی امام مہدی بھی ہے اس لئے مکاشفہ میں آنحضرتؐ کو اسے بحیثیت مہدی امام دکھایا گیا اور بحیثیت مسیح مقتدی۔ اور دوسری احادیث میں اس کے ایک شخص ہونے کی وجہ سے مسیح موعود کو ہی امام قرار دے دیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص ہماری اس تعبیر کو درست نہ سمجھے تو دوسری احادیث کی روشنی میں جو مسیح اور مہدی کو ایک ہی شخص قرار دیتی ہیں، پہلی قسم کی احادیث کو رد کرنا پڑے گا۔ مگر رد کی بجائے تطبیق کو ترجیح حاصل ہے اس لئے ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۱۳) مودودی صاحب کی پیش کردہ روایت نمبر ۵ میں ہے کہ مسیح مسلمانوں کا امام بنے گا تو جب اسے خدا کا دشمن (دجال) دیکھے گا تو دجال اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ اگر مسیح اسے اس حالت پر چھوڑ دے تو وہ خود پگھل جائے یہاں تک کہ ہلاک ہو لیکن خدا تعالیٰ اسے مسیحؑ سے قتل کرائے گا اور وہ مومنوں کو اپنے حربہ پر اس کا خون دکھائے گا۔

اس حدیث میں مسیح موعود کے ظہور پر دجال کی یہ حالت بیان کی گئی ہے کہ مسیح موعود کی روحانی تحریک سے ایک ایسی ہوا چلے گی کہ دجال کو یہ احساس پیدا ہو جائے گا کہ میری قوم کے معاشرہ میں مادہ پرستی آ جانے کی وجہ سے ان کی مذہبی حالت آہستہ آہستہ انحطاط پذیر ہو رہی ہے۔ اگر مسیح موعود انھیں اس حالت پر چھوڑ دیتے تو عیسائیت مادہ پرستی میں فنا ہو جاتی۔ لیکن چونکہ یہ امر (دین حق) کے لئے مفید نہ تھا۔ اس لئے مسیح موعود نے پادریوں کے خلاف اپنے اس حربہ کو استعمال کرنا تھا کہ حضرت مسیح ابن مریمؑ طبعی عمر پا کر وفات پا چکے ہیں۔ آپ نے اپنی جماعت کو اس حربہ میں عیسائیت کے موت کے آثار دکھا دیئے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ بالآخر اب عیسائیت ختم ہو کر (دین حق) میں نیا روحانی جنم لے گی۔ **وما ذلك على الله بعزيز.**

آخری گذارش

ہماری آخری گذارش اس موقعہ پر یہ ہے کہ مودودی صاحب نے مسلمانوں کو جو امید دلائی ہے کہ موجودہ ریاست فلسطین میں سے کوئی یہودی مسیح موعود کے دعویٰ کے ساتھ کھڑا ہوگا جو دراصل دجال ہوگا اور اسے قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر آئیں گے یہ امید کبھی پوری نہ ہوگی کیونکہ خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ مسیح موعود بر وقت امت محمدیہ میں ظاہر ہو چکا ہے لہٰذا اب کوئی مسیح آسمان سے نہیں آئے گا۔ خدا کے مقرر کردہ مسیح پاک پیشگوئی فرماتے ہیں کہ:۔

''مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ ابن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر چکا اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ آج تک آسمان سے نہیں اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نا امید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے''

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد۲۰ ص ۶۷)

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

ضمیمہ علمی تبصرہ

مودودی صاحب نے اپنے رسالہ ''ختم نبوت'' میں امام غزالی علیہ الرحمۃ کی کتاب ''الاقتصاد'' کا ایک حوالہ اس بات کے ثبوت میں پیش کیا تھا کہ امام صاحب موصوف آیت خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کی تاویل و تخصیص کے قائل کو کافر قرار دیتے ہیں۔ مودودی صاحب نے امام غزالیؒ کی طرف اپنے بیان میں تحقیقاتی کمیشن کے سامنے دس سوالوں کے جواب میں یہ حوالہ عربی زبان کا پیش کیا تھا اور رسالہ ختم نبوت میں اسی عربی عبارت کا ترجمہ پیش کیا تھا۔ وہ عبارت معہ ترجمہ یہ تھی:۔

عربی عبارت پیشکردہ مودودی صاحب

'' ان الامة فهمت بالاجماع من هذا اللفظ انهٗ افهم عدم النبی بعدهٗ ابداً وعدم رسولٍ بعدهٗ وانهٗ ليس فيه تاويل ولاتخصيص ومن اوله بتخصيصٍ فكلامهٗ من انواع الهذيان لا يمنع الحكم بتكفيرهٖ لانهٗ مكذبٌ لهذا النص الذی اجمعت الامة علیٰ انهٗ غير ماولٍ و لا مخصوصٍ'' (الاقتصاد ص۱۱۳)

اس کا اردو ترجمہ از مودودی صاحب

''امت نے بالاتفاق اس لفظ لا نبی بعدی سے یہ سمجھا ہے کہ نبی ﷺ اپنے بعد کسی نبی اور کسی رسول کے کبھی نہ آنے کی تصریح فرما چکے ہیں اور یہ کہ اس میں کسی تاویل و تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب جو شخص اس کی تاویل کر کے اسے کسی خاص معنی کے ساتھ مخصوص کرے اس کا کلام محض بکواس ہے اس پر تکفیر کا حکم لگانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے متعلق تمام امت کا اجماع ہے'' (رسالہ ختم نبوت ص۲۴۔۲۵)

ہم نے اپنے جوابی رسالہ ''علمی تبصرہ'' میں لکھا تھا:۔

''جن الفاظ پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے یہ الفاظ امام غزالی پر سراسر افتراء ہیں کیونکہ ان کی

کتاب الاقتصاد ص ۱۱۳۔۱۱۴ پر ہرگز ایسے الفاظ موجود نہیں جن کا ترجمہ یہ الفاظ ہو سکیں''

(علمی تبصرہ ص ۴۹)

اس جگہ ہم نے مودودی صاحب سے سوال نمبر ۱۰ کے ذیل میں لکھا تھا:،

''کیا مودودی صاحب یا ان کے حامیوں میں یہ جرأت ہے کہ وہ خط کشیدہ عبارت مودودی صاحب کے پیش کردہ الفاظ میں الاقتصاد سے دکھا سکیں۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً

چونکہ ہماری طرف سے یہ پرزور چیلنج تھا کہ مودودی صاحب امام غزالی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کردہ خط کشیدہ عبارت الاقتصاد سے دکھائیں۔ اور ہم نے تحدی سے کہا تھا کہ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ لہٰذا مودودی صاحب نے اس کے بعد اپنے اس رسالہ ختم نبوت کا مضمون اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں سورۃ احزاب کی تفسیر کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع کرتے ہوئے امام غزالی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کردہ عبارت درج کرنے کی بجائے الاقتصاد کی اصل عبارت درج کر دی ہے مگر اس میں وہ خط کشیدہ فقرات موجود نہیں جو مودودی صاحب نے رسالہ ختم نبوت اور تحقیقاتی کمیشن کے سامنے اپنے پیش کردہ بیان میں درج کئے تھے۔ اب مودوی صاحب کے اصل عبارت کو الاقتصاد سے پیش کرنے سے ظاہر ہو گیا ہے کہ ان کی محرفہ عبارت الاقتصاد میں موجود نہ تھی۔ اور یہ محرفہ عبارت رسالہ ختم نبوت اور تحقیقاتی کمیشن کے سامنے اپنے بیان میں درج کر کے مودودی صاحب نے پبلک اور عدالت کو محرفہ عبارت امام غزالی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کر کے دھوکا دیا تھا۔ ضمیمہ تفہیم القرآن میں الاقتصاد کی اس عبارت کو درج کرتے ہوئے مودودی صاحب نے اس کے صفحہ ۱۴۶ پر فٹ نوٹ میں لکھا ہے:۔

''امام غزالی کی اس رائے کو ہم ان کی اصل عبارت کے ساتھ اس لئے نقل کر رہے ہیں کہ منکرین ختم نبوت نے اس حوالہ کی صحت کو بڑے زور شور سے چیلنج کیا ہے''

اس عبارت سے مودودی صاحب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ الاقتصاد سے اصل عبارت

پیش کر کے گویا انہوں نے ہمارے اس چیلنج کو غلط ثابت کر دیا ہے جو ہماری طرف سے بڑے زور شور سے کیا گیا تھا۔ وہ ہمیں منکرین ختم نبوت قرار دینے میں تنابز بالالقاب سے کام لے رہے ہیں کیونکہ جماعت احمدیہ آیت خاتم النبیین کے اجماعی معنوں کو تسلیم کرتی ہے۔ کیونکہ امت محمدیہ کا اجماع **خاتم النبیین** اور حدیث **لانبی بعدی** کے معنوں پر اگر قرار دیا جائے تو اس کا مفہوم علمائے امت کے نزدیک صرف یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کوئی تشریعی اور مستقل نبی نہیں آ سکتا۔ اور یہی عقیدہ جماعت احمدیہ کا ہے۔ پس اگر مودودی صاحب جماعت احمدیہ کو منکرین ختم نبوت قرار دیں تو انہیں ان سب بزرگوں کو منکرین ختم نبوت قرار دینا پڑے گا جن کی عبارتیں ہم قبل ازیں اس رسالہ میں نقل کر چکے ہیں۔

بہرحال مودودی صاحب نے ضمیمہ سورۂ احزاب میں امام غزالی کا جو حوالہ نقل کیا ہے اس میں

''ان الامة فهمت بالاجماع من هذا اللفظ انهٗ افهم عدم النبی بعدهٗ ابداً وعدم رسولٍ بعدهٗ و انهٗ ليس فيه تاويل و لا تخصيص

کے بعد یہ عبارت

ومن اوله بتخصيص فكلامه من انواع الهذيان لايمنع الحكم بتكفيره لانه مكذبٌ لهذا النص الذی اجمعت الامة علیٰ انهٗ غير ماوّل و لا مخصوص

جو انہوں نے تحقیقاتی کمیشن کے سامنے بیان میں امام غزالی کی طرف منسوب کی تھی مودودی صاحب کے ضمیمہ سورۃ احزاب مندرجہ تفسیر تفہیم القرآن میں موجود نہیں۔ اسی عبارت کا ترجمہ مودودی صاحب نے اپنے رسالہ ختم نبوت میں یہ درج کیا تھا:۔

''اب جو شخص اس کی تاویل کر کے اسے کسی خاص معنی کے ساتھ مخصوص کرے اس کا کلام محض بکواس ہے جس پر تکفیر کا حکم لگانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے متعلق تمام امت کا اجماع ہے'' (رسالہ ختم نبوت ص ۲۵)

ہم امام غزالی کی کتاب الاقتصاد کے رو سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک اجماع کو حجت قاطعہ ماننے میں بہت شبہات ہیں اس لئے وہ اجماع کے انکار کی بناء پر کسی کو کافر قرار نہیں دیتے بلکہ نظام معتزلی کو کافر قرار دئے جانے پر بھی انہیں اعتراض ہے جو سرے سے ہی اجماع کے منکر ہیں۔اور نص کی تاویل کرنے والے کو بھی وہ نص کا مکذب قرار دیتے تو پھر آیت **خاتم النبیین** اور حدیث **لانبی بعدی** کی تاویل کرنے والے کو وہ کیسے کافر قرار دے سکتے تھے۔ پس مودودی صاحب کے ضمیمہ میں پیش کردہ اصل عبارت نے بھی مودودی صاحب کی صحافتی دیانت اور امانت کا پردہ چاک کر دیا ہےاور رسالہ ختم نبوت اور ضمیمہ سورہ احزاب سے امام غزالی علیہ الرحمۃ کی الاقتصاد کے پیش کردہ دونوں عبارتوں کا تقابل اور موازنہ کرنے والے کے سامنے یہ بات آئینہ کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ رسالہ ختم نبوت اور تحقیقاتی کمیشن کے سامنے امام غزالی کے حوالہ سے مودودی صاحب کی پیش کردہ عبارت سراسر محرف تھی اور اس عبارت کا حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کرنا مودودی صاحب کا امام غزالیؒ پر سراسر افتراء تھا۔

پس مودودی صاحب ضمیمہ سورۃ احزاب میں امام غزالی علیہ الرحمۃ کی الاقتصاد سے اصل عبارت پیش کر کے ہمارے چیلنج سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے۔ بلکہ انہوں نے دراصل ہمارے چیلنج کے مقابلہ میں تو ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔مگر اس شکست کو چھپانے کے لئے ضمیمہ سورہ احزاب کے فٹ نوٹ میں انہوں نے یہ عبارت لکھ دی ہے کہ

''امام غزالی کی اس رائے کو ہم ان کی اصل عبارت کے ساتھ نقل کر رہے ہیں کہ منکرین ختم نبوت نے اس حوالہ کی صحت کو بڑے زور شور سے چیلنج کیا ہے''

مگر تحریف چھپائے سے چھپ نہیں سکتی۔ چنانچہ ہم اب بھی بڑے زور سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ

مودودی صاحب کے رسالہ ختم نبوت اور تحقیقاتی کمیشن کے سامنے پیش کردہ ان کی

امام غزالی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کردہ عبارت انکے ضمیمہ سورۃ احزاب میں امام غزالی علیہ الرحمۃ کی پیش کردہ عبارت میں موجود نہیں۔ اور رسالہ ختم نبوت اور تحقیقاتی کمیشن کے سامنے پیش کردہ ہر دو عبارتیں محرف ہیں اور مودودی صاحب کی صحافتی دیانت وامانت کا ماتم کر رہی ہیں۔

جناب مودودی صاحب نے اب سورہ احزاب کی تفسیر کے ساتھ ضمیمہ میں الاقتصاد کی جو عبارت درج کی ہے اس میں بھی تحریف سے کام لیا ہے جس کی وجہ سے اس کا ترجمہ بھی بگاڑ دیا ہے۔ بہر حال وہ عبارت معہ ان کے ترجمہ کے درج کی جاتی ہے:۔

''لوفتح هذا الباب (ای باب انکار کون الاجماع حجةً) انجرّ الیٰ امور شنیعة وهو انّ قائلاً لو قال یجوزان یبعث رسول بعد نبینا محمد ﷺ فیبعد التوقف فی تکفیرہٖ ومستبعد استحالة ذٰلك عند البحث تستمدُّ من الاجماع لامحالة فان العقل لا یحیله وما نقل من قوله لا نبی بعدی ومن قوله تعالیٰ خاتم النبیین فلا یعجز هذا القائل عن تاویله فیقول خاتم النبیین اراد به اولوالعزم من الرسل ، فان قال النبیین عام فلا یبعد تخصیص العام وقوله لانبی بعدی لم یرد به الرسول وفرق بین النبی والرسول والنبی اعلیٰ مرتبة من الرسول الی غیر ذالك من انواع الهذیان فهذا و امثاله لایمکن ان ندعی استحالته من حیث مجرد اللفظ فانا فی تاویل ظواهر التشبیه قضینا باحتمالات ابعد من هذه ولم

یکن ذالك مبطلاً للنصوص ولٰکن الرد علی هذا القائل ان الامة فهمت بالاجماع من هذا اللفظ ومن قرائن احواله انه افهم عدم نبی بعده ابداً وعدم رسول الله ابداً وانه لیس فی تاویل و لا تخصیص فمنکر هذا لایکون الاّ منکر الاجماع (الاقتصاد فی الاعتقاد المطبعۃ الادبیۃ مصر صفحہ ۱۱۴)

ترجمہ:۔ اگر یہ دروازہ (یعنی اجماع کو حجت ماننے سے انکار کا دروازہ) کھول دیا جائے

تو بڑی قبیح باتوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔مثلاً اگر کہنے والا کہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کسی رسول کی بعثت ممکن ہے تو اس کی تکفیر میں تامّل نہیں کیا جا سکتا لیکن بحث کے موقعہ پر جو شخص اس تکفیر میں تامل کو نا جائز ثابت کرنا چاہتا ہو اسے لامحالہ اجماع سے کام لینا پڑے گا کیونکہ عقل اس کے عدم جواز کا فیصلہ دیتی ہے اور جہاں تک نقل کا تعلق ہے اس عقیدے کا قائل لا نبی بعدی اور خاتم النبیین کی تاویل کرنے سے عاجز نہ ہوگا۔وہ کہے گا کہ خاتم النبیین سے مراد اولوالعزم رسولوں کا خاتم ہونا ہے۔اوراگر کہا جائے کہ **النبیین** کا لفظ عام ہے تو عام کو خاص قرار دینا اس کے لئے کچھ مشکل نہ ہوگا اور **لانبی بعدی** کے متعلق وہ کہہ دے گا کہ **لا رسول بعدی** تو نہیں کہا گیا اور رسول اور نبی میں فرق ہے اور نبی مرتبہ رسول سے بلندتر ہے۔غرض اس طرح کی بکواس بہت کچھ کی جاسکتی ہے اور محض لفظ کے اعتبار سے ایسی تاویلات کو ہم محال نہیں سمجھتے بلکہ ظواہر تشبیہ کی تاویل میں ہم اس سے بھی زیادہ بعید احتمالات کی گنجائش مانتے ہیں۔اوراس طرح کی تاویلیں کرنے والے کے متعلق ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے وہ نصوص کا انکار کررہا ہے لیکن اس قول کے قائل کی تردید میں ہم کہیں گے کہ امت نے بالاتفاق اس لفظ (یعنی لا نبی بعدی) اور نبی کے احوال کے قرائن سے یہ سمجھا ہے کہ حضور کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول نیز امت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اس میں کسی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں ہے لہٰذا ایسے شخص کو منکر اجماع کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

جناب مولوی مودودی صاحب نے شروع عبارت میں **ولو فتح هذا الباب** کے آگے بریکٹ میں جو یہ الفاظ لکھے ہیں"**ای باب انکار کون الاجماع حجة**" یہ الاقتصاد کے الفاظ نہیں۔یہ الفاظ دراصل مودودی صاحب کے خود ساختہ ہیں جن کے ذریعہ انہوں نے سیاق کلام میں تحریف کردی ہے۔امام غزالی یہ بتارہے تھے کہ اجماع کے انکار کی وجہ سے ہم کسی کو کافر قرار نہیں دیں گے۔ہمیں تو نظام معتزلی کو بھی کافر قرار دینے پر اعتراض ہے جو سرے سے اجماع کے وجود ہی کے منکر ہیں کیونکہ اجماع کے حجت ہونے میں بہت سے شبہات ہیں۔

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ **لو فتح ھذاالباب لانجر الیٰ امور شنیعۃ** یعنی اگر اجماع کو حجت قرار دے کر اس کے انکار پر تکفیر کا دروازہ کھول دیا جائے تو یہ بہت سی خرابیاں پیدا کرنے کا موجب ہوگا

مودودی صاحب نے اس اصل سیاق کلام کو نظر انداز کر کے اس سیاق کلام کے برعکس بریکٹ کی عبارت اپنے پاس سے گھڑ کر امام غزالی علیہ الرحمۃ کی طرف یہ مضمون منسوب کرنا چاہا ہے کہ اگر اجماع کے حجت ہونے سے انکار کا دروازہ کھول دیا جائے تو بڑی قبیح باتوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ حالانکہ امام غزالی علیہ الرحمۃ اس کے برعکس اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر اجماع کو حجت قرار دے کر تکفیر کا دروازہ کھول دیا جائے تو اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوں گی۔ پس مودودی صاحب نے امام موصوف کے کلام میں خود ساختہ بریکٹ بڑھا کر اس کے سیاق کو بگاڑنے میں سراسر تحریف سے کام لیا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ تو اجماع کو حجت اس لئے نہیں مانتے کہ ان کے نزدیک اس کے حجت ہونے میں بہت سے شبہات ہیں اور اس جگہ یہ بتا رہے ہیں کہ اس کے حجت ہونے کا دروازہ کھولنے پر اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوں گی۔ پھر مثال کے طور پر وہ ایک خرابی کا یوں ذکر فرماتے ہیں کہ مثلاً اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ ہمارے محمد ﷺ کے بعد کسی رسول کی بعثت جائز ہے تو (اجماع کو حجت قرار دینے کی وجہ سے۔ ناقل) اس کی تکفیر میں توقف نہیں ہو سکے گا۔ یہ ترجمہ ہے **فیبعد التوقف فی تکفیرہٖ** کا۔ جس سے مراد ان کی یہ ہے کہ رسول کی آمد کے محال ہونے پر اجماع قرار دے کر اگر اس جماعت کو حجت قرار دیا جائے تو پھر رسول کی آمد کو جائز قرار دینے والے کو فوراً کافر قرار دینا پڑے گا۔ مگر مودودی صاحب نے اس عبارت کا ایسا ترجمہ کر دیا ہے جس کا مفہوم یہ بن جاتا ہے کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے ایسے شخص کی تکفیر میں تامّل کو جائز نہیں رکھا اور انہوں نے یہ فتویٰ دے دیا ہے کہ وہ شخص ایسا کہنے سے بلا تامل کافر ہو جائے گا۔ پس **فیبعد التوقف فی تکفیرہٖ** کہ ’’اس کی تکفیر میں تامل نہیں کیا جا سکتا‘‘ اصل سباق کلام کے لحاظ سے درست ترجمہ نہیں بلکہ تحریف معنوی کا ارتکاب ہے امام

غزالی کا مطلب یہ ہے کہ اجماع کو حجت قرار دینے کی صورت میں ایسے شخص کو فوراً کافر قرار دے دیا جائے گا حالانکہ یہ امرِ شنیع اور خرابی ہے جو اجماع کو حجت قرار دینے سے پیدا ہو گی اور ایسے شخص کی تکفیر پر منتج ہو گی ۔ حالانکہ ایسے شخص کو کافر قرار دینا مناسب نہیں کیونکہ اجماع کا حجت ہونا خود مشتبہ ہے۔

اس عبارت کے بعد امام غزالی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :۔

''ومستبّدا استحالة ذالك عند البحث يستمد من الاجماع لا محالة . فان العقل لايحيله وما نُقِل فيه من قوله لانبی بعدی من قولہٖ تعالیٰ خاتم النبیین فلا یعجز ھذا القائل عن تاویلہٖ''

اس عبارت کا ترجمہ سیاق کے لحاظ سے یہ ہے کہ تکفیر میں توقف کو اس موقعہ پر محال قرار دینے پر اصرار کرنے والا بحث کے وقت ناچار اجماع سے حجت پکڑے گا کیونکہ عقل تو رسول کا آنا محال قرار نہیں دیتی اور رسول کریم ﷺ کے قول **لانبی بعدی** اور اللہ تعالیٰ کے قول **خاتم النبیین** کی تاویل سے وہ شخص جو رسول کی آمد کے جواز کا قائل ہے عاجز نہیں ہو گا۔

مودودی صاحب نے اس عبارت کا سیاق اپنی تحریف سے بدل دینے کی وجہ سے اس جگہ **مستبدّ** کے لفظ کی بجائے **مستبعد** کا لفظ تحریف کر کے لکھ دیا ہے تا **یبعد التوقف فی تکفیرہٖ** کا جو غلط ترجمہ انہوں نے کیا ہے اس سے اگلی عبارت کا جوڑ قائم ہو جائے ۔ پھر اس سے اگلی عبارت **فان العقل لا یحیله** کا درست ترجمہ یہ ہے کہ عقل رسول کی آمد کو محال قرار نہیں دیتی ۔ مگر مودودی صاحب اس کا ترجمہ لکھتے ہیں'' کیونکہ عقل اس کے عدم جواز کا فیصلہ دیتی ہے'' مودودی صاحب کے تبدیل کردہ سیاق کے لحاظ سے ان کے غلط ترجمہ کا یہ مفہوم بن رہا ہے کہ عقل تکفیر میں توقف کے عدم جواز کا فیصلہ دیتی ہے گویا عقل تکفیر کو جائز قرار دے رہی ہے لیکن اگلی عبارت کا مودودی صاحب کا یہ صحیح ترجمہ '' جہاں تک نقل کا تعلق ہے اس عقیدے کا قائل **لانبی بعدی** اور **خاتم النبیین** کی تاویل کرنے سے عاجز نہ ہو گا'' ان کے **فانّ العقل لا**

یــحیـلــۂ کے غلط ترجمہ کو رد کر رہا ہے اور صحیح ترجمہ یہ بنتا ہے کہ عقل تو رسول کی آمد کو محال قرار نہیں دیتی، رہی نقل لا نبی بعدی اور خاتم النبیین کے الفاظ سو ان کی تاویل میں ایسا شخص عاجز نہیں ہوگا جو رسول کی آمد کے جواز کا قائل ہے اور چونکہ تاویل کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جا سکتی اور عقلاً بھی رسول کا آنا محال نہیں اس لئے رسول کی آمد کو محال ثابت کرنے والا اس شخص کی تکفیر کے لئے اجماع امت کو پیش کرے گا جس کے حجت ہونے کے بارہ میں امام موصوف بہت سے شبہات قرار دے چکے ہیں۔ چنانچہ آگے اس شخص کی تاویلات پیش کر کے مودودی صاحب کے ترجمہ کے مطابق امام غزالی بتاتے ہیں:۔

"محض لفظ کے اعتبار سے ہم ایسی تاویلات کو محال نہیں سمجھتے بلکہ ظواہر تشبیہ کی تاویل میں ہم اس سے بھی زیادہ بعید احتمالات کی گنجائش مانتے ہیں اور اس طرح کی تاویل کرنے والے کے متعلق ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ نصوص کا انکار کر رہا ہے"

پس مودودی صاحب کے اس ترجمہ سے بھی ثابت ہے کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نص کی تاویل کرنے والے کو نص کا مکذب نہیں جانتے کہ اس کی تکفیر جائز ہو۔ کیونکہ امام غزالی اس سے پہلے وضاحت سے الاقتصاد میں لکھ چکے ہیں کہ وہ کلمہ **لا الٰہ الا اللہ** پڑھنے والے فرقوں کو جو کسی نص کی تاویل کریں نص کا مکذب قرار دے کر کافر نہیں ٹھہراتے۔

اس کے بعد کی عبارت میں امام غزالی علیہ الرحمۃ **لٰکن الرد علیٰ ھذا القائل** سے لے کر **فمنکر ھذا لا یکون الا منکر الاجماع** تک یہ بیان فرما رہے ہیں کہ اس بحث میں رسول کی آمد کے قائل کی تردید میں رسول کی آمد کو محال قرار دینے والا بحث کنندہ یہی کہے گا کہ امت نے بالاتفاق اس لفظ یعنی **لا نبی بعدی** اور **خاتم النبیین** سے یہ سمجھا ہے کہ حضور ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے بعد کبھی کوئی نبی نہیں آئے گا، اور نہ کبھی رسول آئے گا اور اس میں کوئی تاویل اور تخصیص نہیں۔ سو اس صورت میں اس امر کا انکار کرنے والا صرف اجماع کا منکر ہوگا۔

اب اجماع کے منکر کے متعلق امام غزالی علیہ الرحمۃ محولہ عبارت سے پہلے بتا چکے ہیں کہ اس کے حجت ہونے میں بہت سے شبہات ہیں۔ اور اس کو حجت قرار دے کر اس کا انکار کرنے والے کی تکفیر جائز نہیں کیونکہ ہمیں تو نظام معتزلی کی تکفیر پر بھی اسی وجہ سے اعتراض ہے جو سرے سے اجماع کے وجود کا منکر ہے۔

پس مودودی صاحب اس عبارت سے دکھانا چاہتے ہیں کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ کے نزدیک **خاتم النبیین** اور **لانبی بعدی** کی تاویل کرنے والا اجماع کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہوگا اور اس کی تکفیر میں تامّل جائز نہیں ہوگا مگر یہ نتیجہ وہ ان کی عبارت کے سیاق میں لفظی اور معنوی تحریف سے نکال رہے ہیں۔ حالانکہ امام غزالی علیہ الرحمۃ کی محولہ عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا مودودی صاحب کا امام موصوف پر افتراء عظیم ہے۔ پہلے مودودی صاحب نے رسالہ ختم نبوت میں اور تحقیقاتی کمیشن کے سامنے بیان میں ان کی محولہ عبارت میں خطرناک تحریف کی تھی۔ اب تیسری مرتبہ ضمیمۂ تفسیر سورہ احزاب میں ان پر یہ افتراء باندھ رہے ہیں حالانکہ ان کی عبارت سے ایسے شخص کی تکفیر کا مضمون اخذ کرنا الاقتصاد کی عبارتوں کی روح کو کچلنے اور اس صداقت کا خون کرنے کے مترادف ہے جسے امام غزالی علیہ الرحمۃ الاقتصاد میں پیش کر رہے ہیں کہ تاویل کرنے والے کو نص کا مکذب اور کافر قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ وہ اجماع کے منکر کو کافر قرار دینا چاہتے ہیں کیونکہ اجماع کے حجت ہونے میں بہت سے شبہات ہیں۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ تو الاقتصاد میں یہ بیان فرما رہے ہیں کہ ایسے لوگ کلمہ **لا الٰہ الا اللہ** کے قائل ہونے کی وجہ سے کافر قرار دئے جانے سے محفوظ ہوں گے ان کے نزدیک کلمہ **لاالٰہ الااللہ** کے قائل مسلمان کو مذکورہ وجوہ سے کافر قرار دینا بہت بڑا گناہ ہے۔

واضح رہے کہ جماعت احمدیہ **خاتم النبیین** کے حقیقی معنے ختم کے لغوی معنے **تاثیر الشیٔ** اور اثر حاصل کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ کو تمام انبیاء کے ظہور میں موثر ذریعہ مان کر بلا تاویل و تخصیص خاتم النبیین یقین کرتی ہے اور یہی معنے حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی

نے اصل اور مقدم معنے قرار دئے ہیں اور آخری نبی ہونے کو ان معنیٰ کے لوازم میں سے قرار دیا ہے۔

اب اگر خاتم النبیین کے معنے مجازی لے کر آنحضرت ﷺ کو علی الاطلاق آخری نبی قرار دیا جائے اور **لانبی بعدی** میں لانفی جنس کا قرار دے کر یہ معنے کئے جائیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے جواز کے لئے ان ہر دو نصوص میں تاویل یا تخصیص کے بغیر چارہ نہیں ہوگا اگر یہ قول درست ہو کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ **خاتم النبیین** اور **لانبی بعدی** میں تاویل و تخصیص نہیں تو حضرت عیسیٰ نبی اللہ علیہ السلام کے آنحضرت ﷺ کے بعد آنے کا جواز نکالنا ان نصوص کی تاویل و تخصیص ہی ہوگا لہٰذا اس فتویٰ کی زد میں مودودی صاحب بھی آتے ہیں جو سابق نبی کی حیثیت میں مسیحؑ کے آنحضرت ﷺ کے بعد آنے کے قائل ہیں کیونکہ حدیث **لانبی بعدی** میں لانفی جنس کا ہے جو اپنے عام معنوں کے لحاظ سے علی الاطلاق نئے اور پرانے نبی کی آمد میں روک ہوگا۔ پس **خاتم النبیین** اور **لانبی بعدی** کی موجودگی میں پرانے نبی کی آمد کا جواز نکالنا آنحضرت ﷺ کے علی الاطلاق آخری نبی ہونے کے منافی ہے۔ اس لئے علماء کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی صورت میں ان نصوص کی تاویل و تخصیص کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ **لانبی بعدی** کی تاویل علماء نے یہ کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شارع نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد میں **لانبی بعدی** کی حدیث روک نہیں۔ کیونکہ وہ بقول ان علماء کے آنحضرت ﷺ کی شریعت کے تابع ہو کر آئیں گے۔ اور آپ کے امتی ہوں گے۔ یہ اگر تاویل تخصیص نہیں تو اور کیا ہے۔

اس جگہ یا تو **لانبی بعدی** میں نبی کے عموم کو خاص مفہوم دے کر توڑا گیا ہے یا لفظ نبی کی تاویل تشریعی نبی کی گئی ہے۔ یہی حال **خاتم النبیین** کے معنی مطلق آخری نبی ترک کر کے تاویل و تخصیص سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا جواز نکالنے کا ہے کہ آنحضرت ﷺ پیدا ہونے میں آخری نبی ہیں یا شریعت لانے میں آخری نبی ہیں۔ یہ معنی **النبیین** کے عموم کی سراسر

تخصیص ہیں۔پس یہ سب تاویل وتخصیص کرنے والے بموجب فتویٰ مودودی صاحب کافر قرار پائے اورخود مودودی صاحب بھی اپنے اس فتویٰ کی زد میں ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ امت کا اجماع صرف اس بات پر ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی تشریعی اور مستقل نبی نہیں آسکتا امت محمدیہ میں مسیح موعود نبی اللہ غیر تشریعی نبی ہوگا اور آنحضرت ﷺ کا امتی بھی۔اس اجماع میں جماعت احمدیہ شریک ہے۔ہمیں اختلاف زمانۂ حال کے علماء سے مسیح موعود کی صرف شخصیت میں ہےاس کے اس منصب پر آنے میں اختلاف نہیں کہ وہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے امتی۔ایسے نبی کا آنا علماء نے ختم نبوت کے منافی نہیں جانا۔

پس جماعت احمدیہ کو ختم نبوت کا منکر اور اجماع امت کا منکر قرار دینا محض مودودی صاحب کا افتراء ہے۔

(تتمہ علمی تبصرہ)

نزول مسیح

نزول مسیح کے متعلق مسلمانوں میں دو مسلک چلے آ رہے ہیں۔ایک مسلک یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور وہ آخری زمانہ میں اصالتاً آسمان سے نازل ہوں گے۔

دوسرا مسلک یہ رہا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کے بروز ہوں گے۔اور نزول سے مراد مطابق حدیث **لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم** امام مہدی کا بروز عیسیٰ ہونا ہے۔ چنانچہ اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ میں مذکور ہے:۔

''بعضے برآنند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند واز نزول عبارت ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث کہ **لا مھدی الا عیسیٰ بن مریمؑ**''

یعنی بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی روح یعنی روحانیت امام مہدی میں بروز کرے گی اور نزول عیسیٰ سے مراد یہی بروز ہے کہ مطابق اس حدیث کے کہ نہیں کوئی مہدی مگر عیسیٰ بن مریم۔

امام سراج الدین ابن الوردی اپنی کتاب خریدۃ العجائب وفریدۃ الغرائب صفحہ ۲۶۳ مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر میں لکھتے ہیں:۔

''وقالت فرقۃٌ من نزول عیسیٰ خروج رجلٍ یشبہُ عیسیٰ فی الفضل والشرف کما یقال للرجل الخیر ملکٌ و للشریر شیطانٌ تشبیھاً بھما و لا یراد الاعیان''

ترجمہ:۔ایک گروہ نے کہا ہے کہ نزول عیسیٰ سے ایک ایسے آدمی کا ظہور مراد ہے جو فضل وشرف

میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہ ہوگا۔ جیسا کہ ایک نیک آدمی کو فرشتہ اور شریر کو شیطان کہہ دیتے ہیں۔ مگر اس سے فرشتہ اور شیطان کی ذات مراد نہیں ہوتی۔ بلکہ ان سے تشبیہ دینا مقصود ہوتا ہے۔

اگر قرآن و حدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور آسمان کی طرف رفع جسمانی ثابت ہوتا تو پہلا مسلک ہی صحیح ہوتا۔ لیکن چونکہ حیات مسیح قرآن وحدیث سے ثابت نہیں اس لئے جماعت احمدیہ کے نزدیک دوسرا مسلک ہی صحیح ہے۔ کہ پیشگوئیوں میں مذکور ابن مریم کے نزول سے امام مہدی علیہ السلام کا عیسیٰ علیہ السلام کے رنگ میں رنگین ہوکر آنا مراد ہے۔

مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی ان دونوں مسلکوں میں سے کسی مسلک کے قائل نہیں۔ نہ وہ مسیح کے آسمان پر رفع جسمانی کے قائل ہیں۔ اور نہ نزول مسیح سے مراد امام مہدی کا ظہور لیتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے ایک تیسرا مسلک ایجاد کیا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ زندہ ہوکر آئیں گے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

''اس مقام پر یہ بحث چھیڑنا لا حاصل ہے۔ کہ وہ (حضرت عیسیٰؑ ناقل) وفات پا چکے ہیں ۔یا زندہ کہیں موجود ہیں۔ بالفرض اگر وہ وفات پا چکے ہوں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اٹھا لانے پر قادر ہے''

(کتابچہ ختم نبوت ص ۵۸ بحوالہ ایڈیشن جدید مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لیمیٹڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور)

ہم اس امر کی تردید کر چکے ہیں کہ اگر مسیحؑ وفات پا چکے ہیں تو ان کا آیت **فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهِ الْمَوْتَ** (الزمر ۴۳) کی نص صریح قرآنی کے خلاف دوبارہ زندہ ہوکر آنا محال ہے۔ اور اگر وہ کسی جگہ چھپے ہوئے زندہ موجود ہیں۔ تو پھر نزول ابن مریم کی مولوی مودودی صاحب کو بھی تاویل کرنی پڑے گی۔ اور ان کا آسمان سے اصالتاً اترنا دونوں صورتوں میں وہ مراد نہیں لے سکیں گے۔ پس نزول مسیح کی احادیث کی تاویل کے سوا دونوں صورتوں میں انہیں کوئی چارہ نہیں ہوگا۔

مولوی مودودی صاحب اپنا مذہب مبہم رکھے جا رہے ہیں۔ لوگوں نے یہ محسوس بھی کیا ہے کہ اس بارے میں آپ کا مذہب مبہم ہے چنانچہ آپ پر سوال ہوا کہ:۔

''حیات مسیح اور رفع مسیح کے بارے میں بعض لوگ الزام لگاتے ہیں کہ آپ کا اعتقاد مبہم ہے۔''

مولوی مودودی صاحب اس کا یہ جواب دیتے ہیں:۔

''میرے اعتقاد میں کوئی ابہام نہیں۔ میں نے صرف یہ کہا ہے کہ زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کی صراحت قرآن میں نہیں'' (ہفت روزہ ایشیا ۶۲۔۱۴۔۲۱ صفحہ ۵)

اور ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء میں مودودی صاحب نے اچھرہ میں جو تقریر کی تھی اس میں کہا تھا:۔

''حیات مسیح اور رفع الی السماء قطعی طور پر ثابت نہیں۔ قرآن کی مختلف آیات سے یقین پیدا نہیں ہوتا'' (ماخوذ از آئینۂ مودودیت)

اور اخبار کوثر ۲۱ فروری ۱۹ء میں ان کا یہ اقرار درج ہے کہ مسیح علیہ السلام کے رفع کا مسئلہ متشابہات میں سے ہے۔

پس جب رفع کا مسئلہ متشابہات میں سے ہونا انہیں مسلّم ہے تو بہرحال نزول مسیح اصالتاً بھی متشابہات میں سے ہو جائے گا۔ اور مودودی صاحب کو اس کی تاویل کرنا پڑے گی۔ اگر مودودی صاحب کے لئے تاویل کا دروازہ کھلا ہے۔ تو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے لئے بھی جو وفات مسیحؑ کے ازروئے قرآن وحدیث قائل ہیں۔ معقول تاویل کا دروازہ کھلا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تاویل

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب ''کشتی نوح'' میں اپنے ابن مریم ہونے کی یہ تاویل کی ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رنگ میں رنگین ہیں۔ اور آپ کے الہامات میں خدا تعالیٰ نے پہلے آپ کا نام مریم رکھا اور مریمی رنگ میں آپ کی تربیت فرمائی۔ اور پھر صفات مریمی سے صفات عیسوی کی طرف آپ کا انتقال ہوا۔ اور آپ عیسیٰ قرار پائے۔

اپنے نئے کتابچہ کے صفحہ ۶۹ پر مولوی مودودی صاحب ابن مریم کی تعبیر پر ایک عبارت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی یہ درج کرتے ہیں:۔

''اس نے (اللہ تعالیٰ نے) براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے۔ دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی ۔۔۔۔۔ پھر۔۔۔۔۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینہ سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے۔ مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا'' (کشتی نوح صفحہ ۴۶۔۴۷)

مودودی صاحب کے نزدیک یہ تاویل جعل سازی ہے اس پر وہ یہ مضحکہ خیز نوٹ لکھتے ہیں:۔

''پہلے مریم بنے۔ پھر خود ہی حاملہ ہوئے پھر اپنے پیٹ[1] سے آپ عیسیٰ بن مریم بن کر آپ تولد ہوئے''

حالانکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی یہ تاویل سورۃ تحریم کی روشنی میں کی گئی ہے۔ چنانچہ کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۴۸ میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''خدا نے سورہ فاتحہ میں آیت **اھدنا الصراط المستقیم** میں یہ بشارت دی کہ اس امت کے بعض افراد انبیاء گذشتہ کی نعمت بھی پائیں گے نہ یہ کہ نرے یہودی ہی بنیں یا عیسائی بنیں اور ان قوموں کی بدی تو لے لیں لیکن نیکی نہ لیں۔ اسی کی طرف سورہ تحریم میں بھی اشارہ کیا ہے۔ کہ بعض افراد امت کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے جس نے پارسائی اختیار کی۔ تب اس کے رحم میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور عیسیٰ اس سے پیدا ہوا۔ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس امت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اس کو ملے گا۔ پھر اس میں عیسیٰ کی روح پھونکی جائے گی تب مریم میں سے عیسیٰ نکل آئے گا۔ یعنی وہ مریمی

---

[1]:۔ اقتباس میں نقطوں والی جگہ سے دانستہ یہ عبارت حذف کر دی گئی ہے کہ اور پردے میں نشو و نما پاتا رہا تا اپنے پیٹ سے تولد کا مفہوم اخذ کر کے مودودی صاحب اس عبارت کو مضحکہ خیز قرار دے سکیں

صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسیٰ ہونے کا بچہ دیا۔ اور اس طرح پر وہ ابن مریم کہلائے گا۔

وہ حمل جس کا مودودی صاحب کی پیش کردہ عبارت میں ذکر ہے اسے ایک استعارہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ الفاظ یہ ہیں:۔

''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا'' (کشتی نوح روحانی خزائن جلد۱۹ص۵۰)

استعارہ کے طور پر حمل کوئی مضحکہ خیز امر نہیں۔ اس میں ایک تشبیہ مذکور ہے نہ کہ حقیقی حمل۔ مولانا روم اپنی مثنوی معنوی میں فرماتے ہیں:۔

ہمچو مریم جاں زآسیبِ حبیب   حاملہ شد از مسیح دلفریب

کہ مومن کی جان مریم بن کر حبیب کا سایہ پڑنے سے حاملہ ہوگئی اور اس نے دل پسند مسیح کو حمل میں لیا۔ نیز علامہ اقبال نے بھی اپنے فکر شعر کو حمل سے مماثل قرار دیا ہے

(مثنوی مولانا روم مترجم ص۳۹۔ ذکر اقبال ص۲۴۶۔ از عبدالمجید سالک)

کیا مودودی صاحب اس حمل کا بھی مضحکہ اڑائیں گے۔ پس مسیح موعود علیہ السلام کی تاویل کی جو تضحیک وہ کر رہے ہیں دراصل یہ قرآن مجید اور علم تصوف سے ان کی نادانی کا ثبوت ہے۔

حدیث نبویؐ میں وارد ہے:۔

ما من مولودٍ یولد الا و الشیطان یمسهٗ فیستهلُّ صارخاً من مسّ الشیطان ایاه الا مریم و ابنها . (مسند احمد بن حنبل جلد۲ص۲۷۴۔۲۷۵)

یعنی ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے پیدائش کے وقت شیطان اسے چھوتا ہے تو وہ اس کے چھونے سے چیختا اور چلاتا ہے۔ بجز عیسیٰ اور مریم کے

اس حدیث میں عیسیٰ اور مریم سے مراد صرف معروف عیسیٰ اور مریم ہی نہیں۔ بلکہ ہر نبی

اور ولی مراد ہے۔ جوان کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں:۔

''کذٰلک کل من کان فی صفتھما''

(کشاف زیر آیت فلما وضعتھا قالت رب۔۔۔آل عمران ۳۷)

کہ صرف معروف عیسیٰ اور مریم ہی مس شیطان سے پاک نہیں رہے بلکہ ہر وہ شخص مس شیطان سے پاک رہتا ہے جوان کا ہم صفت ہو ۔اگر یہ معنے نہ لئے جائیں۔تو ماننا پڑتا ہے۔کہ انبیاء اور اولیاء میں سے سوائے مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کے کوئی بھی مس شیطان سے پاک نہیں۔ یہ معنی انبیاء کے لئے سخت ہتک آمیز ہیں۔ کیونکہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔اور شیطان کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ مِنْ سُلْطَانٍ. کہ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں ہوگا ۔پس انبیاء اور اولیاء دونوں مس شیطان سے محفوظ ہوتے ہیں۔

واضح ہو کہ اس حدیث میں ولادت معنوی مراد ہے نہ کہ جسمانی۔جسمانی ولادت کے وقت تو بچے کا چیخنا اور رونا فطری امر ہے۔اگر بچہ ولادت پر نہ روئے تو اسے مردہ سمجھا جاتا ہے۔ اور دائیاں اسے مختلف طریقوں سے رلانے کی کوشش کرتی ہیں۔تا اس کا سانس جاری ہو جائے۔

ولادت معنوی سے مراد یہ ہے کہ جب انسان بلوغت کی عمر کو پہنچتا ہے۔تو شیطان اسے گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ بلوغت کی عمر انسان کی ولادت معنوی یعنی روحانی ولادت کا وقت ہوتا ہے۔مریم اور مسیح صفت لوگ اس روحانی ولادت کے وقت مس شیطان سے پاک رہتے ہیں۔ لیکن دوسرے ایمان لانے والے جب شیطان کا مس محسوس کرتے ہیں تو ایمان سے محبت رکھنے کی وجہ سے وہ اللہ کے حضور چیختے اور چلاتے ہیں۔اور دعاوں میں گریہ وزاری سے کام لیتے ہیں ۔تا شیطان کے حملہ سے محفوظ ہو جائیں۔اور وہ ان پر غلبہ پا کر انہیں بے ایمان نہ بنادے۔

ایسے مومنوں کی مثال سورہ تحریم میں فرعون کی بیوی سے دی گئی ہے۔ جو مومنہ تھی۔اور دعا مانگتی تھی۔رَبِّ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِہٖ کہ اے خدا! مجھے فرعون اور اس کے عمل سے

نجات دے۔فرعونی تحریک اس کے لئے بمنزلہ مس شیطان کے تھی۔فتدبروا یا اولی الالباب۔

مودودی صاحب نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن جلد۲ص ۵۳۲ حاشیہ نمبر۱۹ میں قرآن مجید کی آیت وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْاءً وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (النحل ۲۱۔۲۲) اوراس کا ترجمہ درج کر کے لکھتے ہیں:۔

''لامحالہ اس آیت میں الذین یدعون من دون الله سے مراد وہ انبیاء اولیاء شہداء اور صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہیں۔۔۔۔۔کون پڑھا لکھا نہیں جانتا کہ عرب کے متعدد قبائل۔۔۔۔۔میں کثرت سے عیسائی اور یہودی پائے جاتے تھے۔اور یہ دونوں مذاہب بری طرح انبیاء اولیاء اور شہداء کی پرستش سے آلودہ تھے۔آیت میں ان سب کو جن کی عیسائی اور یہودی پرستش کرتے تھے مردہ ہیں نہ کہ زندہ قرار دیا گیا ہے''

جناب مودودی صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان وفات یافتہ معبودوں کی صف سے باہر نہیں نکال سکتے۔کیونکہ انہیں اللہ کے سوا معبود سمجھا گیا۔اور خالق مانا گیا۔اور آیت ایان یبعثون سے یہ ظاہر کیا گیا کہ مردوں میں سے وہ قیامت کو ہی زندہ ہوں گے۔

حدیث نبوی میں وارد ہے کہ ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین و مأة سنة (المعجم الکبیر الطبرانی جلد۲۲ص ۴۱۸ مکتبۃ ابن تیمیہ قاہرہ، کنز العمال جلد۱۱ حدیث ۳۲۲۶۲ روایۃ فاطمہ الزہراؓ) کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ایک سوبیس سال زندہ رہے۔پس حضرت عیسیٰ کا زمین پر کہیں اب تک زندہ تصور کرنا ایک خیال باطل ہے۔اور قرآن وحدیث کی ان دونوں نصوں کے خلاف۔

جب وفات مسیح روز روشن کی طرح ثابت ہے۔تو نزول مسیح کی یہی تعبیر درست ہوسکتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کوئی روحانی فرزند جلیل آپ کی امت میں سے استعارہ کے طور پر ان پیشگوئیوں میں ابن مریم قرار دیا گیا ہے۔اوراس کے اکرام واجلال کے لئے اس کے متعلق حدیثوں میں نزول کا لفظ استعمال ہوا ہے۔جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے اجلال واکرام کے لئے اللہ نے فرمایا ہے۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْراً رَّسُوْلاً يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (الطلاق آیت ۱۱۔۱۲)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر نازل کیا ہے جو رسول ہے تم پر خدا کی کھلی آیتیں پڑھتا ہے۔ تا کہ ایمان داروں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔

چونکہ نزول مسیح کی حدیثوں سے ایک حدیث میں مسیح کے دمشق کے مشرق میں ایک المنارۃ البیضاء کے پاس نزول کا بھی ذکر ہے اور قادیان دمشق سے عین مشرق کی طرف واقعہ ہے۔ اور قادیان کی مسجد اقصیٰ کے قریب مسیح موعود کا ظہور ہوا۔ اس لئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی یہ تعبیر بیان فرمائی۔

"واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر من جانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں۔۔۔۔۔ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدالطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں۔ دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے"

(حاشیہ ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ ص ۱۳۵۔۱۳۸)

مودودی صاحب کو اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ منارۃ المسیح پہلے موجود نہ تھا مسیح صاحب نے اپنا منارہ خود آ کر بنوالیا۔ بدیں وجہ وہ آپ کے دعویٰ مسیح موعود کو جھوٹے بہروپ کا صریح ارتکاب قرار دیتے ہیں۔ (کتابچہ ختم نبوت ص ۷۰)

الجواب:۔ مودودی صاحب نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کے بروزی نزول کو بہروپ قرار دے کر اپنی کسی علمی خوبی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ یہود کے نقش قدم پر چلے ہیں۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایلیا کے نزول کے متعلق اس تاویل کو قبول نہ کیا کہ اس سے یوحنا نبی (یحیٰ علیہ السلام) کا ایلیاء کی روح اور قوت میں آنا مراد ہے۔

حدیث نبوی مسیح علیہ السلام کے عندالمنارۃ البیضاء سے نزول سے متعلق ہے ایلیاء کے

نزول کی طرح تاویل طلب ہے۔خود مودودی صاحب بھی اسے تاویل طلب ہی قرار دے سکتے ہیں کیونکہ جیسا کہ آپ ان کی عبارتوں سے معلوم کر چکے ہیں۔ وہ حیات مسیح اور رفع الی السماء کو قطعی طور پر ثابت قرار نہیں دیتے بلکہ رفع مسیح علیہ السلام کے مسئلہ کو متشابہات میں سے قرار دے چکے ہیں۔پس جب رفع الی السماء متشابہات میں سے ہے اوراس وجہ سے تاویل طلب ہے تو اس کے بالمقابل نزول مسیح کا مسئلہ بھی متشابہات میں سے ہوگا اور تاویل طلب ہوگا۔اب اس مکاشفہ نبوی کی جس میں مسیح موعود علیہ السلام کے منارۃ البیضاء کے پاس نزول کی پیشگوئی ہے تعبیر کا صحیح علم واقعات کے ظہور اور مامور من اللہ کی تشریح سے ہوگا۔جیسا کہ ایلیاء کے نزول کے معاملہ میں ہوا۔

نزول کا لفظ جب مامور من اللہ ہستیوں سے متعلق استعمال ہو تو اس کی تعبیر ان کے نور کا انتشار ہوتا ہے۔اور مکاشفہ نبوی یہ ظاہر کر رہا ہے۔کہ منارۃ البیضاء کے موجود ہو جانے پر مسیح موعود کے نور کا انتشار ساری دنیا میں ہونے لگے گا۔چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔کہ اس منارہ کی تکمیل جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (۔۔۔) کے عہد میں ہوگئی تو ان کی خلافت میں تمام اکناف عالم میں (دعوت الی اللہ کے) مراکز قائم ہوگئے۔اور (دین حق) کا نور دنیا کے کونے کونے میں پہنچ گیا۔ جس کے لئے یہ منارہ علامت ہے۔مسیح موعود کے الہام میں آپ کو بھی ایک مسیح قرار دیا گیا ہے۔اور حسن واحسان میں مسیح موعود کا نظیر۔آپ کے ذریعہ ساری دنیا میں (دعوت الی اللہ کے) مراکز قائم ہونے سے پہلے منارۃ المسیح وجود میں آچکا تھا۔کسی پیشگوئی کا کسی نائب کے ہاتھ سے پورا ہونا جو منیب موعود کی سچائی کی علامت ہو۔ ہرگز قابل اعتراض امر نہیں۔سراقہ بن مالک کے ہاتھوں میں کسریٰ ایران کے سونے کے کنگن پہننے کی پیشگوئی کو آنحضرتؐ کے خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اللہ نے پورا کیا۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے ہاتھوں میں قیصر وکسریٰ کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں۔لیکن رسول کریم ﷺ وفات پا گئے۔اور بظاہر آپ کے ہاتھ میں یہ چابیاں نہیں آئیں البتہ حضرت عمرؓ کے عہد میں یہ چابیاں قبضہ میں آئیں۔اور یہ بھی رسول کریمؐ کے ہاتھ

میں چابیوں کا آنا ہی قرار پایا۔

اسی طرح رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی منارۃ المسیح کے متعلق مسیح موعود کے خلیفہ ثانیؓ کے ہاتھ سے تکمیل کو پہنچی۔اوراس بات کی علامت قرار پائی۔کہ اب مسیح موعود کا نورِ ہدایت تمام اکناف میں پھیلنے کاوقت آ گیا ہے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

خود مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

''مسیح موعود کے حقیقی نزول یعنی ہدایت اور برکات کی روشنی کا دنیا میں پھیلنا یہ اسی پر موقوف ہے۔کہ پیشگوئی پوری ہو یعنی منارہ تیار ہو''

(مجموعہ اشتہارات جلد۳۔اشتہار یکم جولائی ۱۹۰۰ء ص ۳۱۸)

مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی جب عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر نہیں مانتے بلکہ وفات یافتہ یا زمین پر ہی کہیں چھپا ہوا جانتے ہیں۔تو انہیں بھی اس حدیث کی تاویل ہی کرنا پڑے گی جس میں یہ ذکر ہے کہ مسیح کا نزول منارۃ البیضاء کے پاس اس طرح ہوگا۔کہ دو فرشتوں کے کندھوں پر اس کا سہارا ہوگا۔اگر ظاہراً ایسا ہوا اور لوگوں کو مسیح موعود فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے اترتا نظر آئے تو یہ امر امتحان وآزمائش کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے ایمان بالغیب کی صفت کے خلاف ہے۔مودودی صاحب نے تو اس حدیث کو کہ آسمان سے ندا آئے گی **ھذا خلیفۃ اللہ المھدی** اسی بناء پر رد کیا ہے کہ اس سے امتحان وآزمائش مفقود ہو جاتی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

''حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دینا جس سے عقلی آزمائش اور امتحان کا کوئی موقعہ نہ رہے حکمت خداوندی کے خلاف ہے کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سنت کو امام مہدی میں بدل دے گا۔اوران کی بیعت کے وقت آسمان سے منادی کرے گا۔کہ لوگو! یہ ہمارا خلیفہ مہدی ہے۔اس کی سنو اور اطاعت کرو''

(ترجمان القرآن جون ۱۹۴۶ء)

واضح ہو کہ حدیث **ھذا خلیفۃ اللہ المھدی** مودودی صاحب نے بدیں وجہ رد کر دی ہے۔حالانکہ رسول کریم ﷺ کے احترام کا تقاضا تھا کہ وہ اس کی تعبیر بیان کرتے جس میں

آزمائش وامتحان قائم رہتا اور وہ تعبیر حکمت خداوندی کے خلاف بھی نہ ہوتی۔

ہم نے اس حدیث کی تاویل بھی اپنے اسی تبصرہ کے صفحہ ۹۶ پر بیان کردی ہے کہ اس آسمانی ندا سے مراد امام مہدی کے زمانہ میں رمضان شریف میں چاند اور سورج کا گرہن ہے جو آسمان پر امام مہدی کی علامت کے طور پر لگا۔

مودودی صاحب پر اتمام حجت ان کے اپنے بیان سے

مولوی مودودی صاحب بائیبل کی پیشگوئی کا جو ایلیاء نبی کی دوبارہ آمد کے متعلق تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان کی رو سے یحیٰ علیہ السلام کے ذریعہ پورا ہونا قرار دیتے ہیں اور یحیٰ علیہ السلام کو ایلیاء نبی مثیل اور بروز کے طور پر قرار دیا گیا ہے نہ کہ معاذ اللہ بہروپ کے طور پر۔ پس نزول ابن مریم کے مسئلہ میں مودودی صاحب کا اپنا ذیل کا بیان یحیٰ علیہ السلام کے ایلیاء نبی ہونے کے متعلق ان پر حجت ہے وہ لکھتے ہیں:۔"ان (بنی اسرائیل۔ناقل) کے ہاں مشہور ہوگیا کہ الیاس علیہ السلام ایک بگولے میں آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے (۲ سلاطین باب دوم) اور یہ کہ وہ پھر دنیا میں تشریف لائیں گے چنانچہ بائیبل کی کتاب ملاکی میں لکھا ہے"دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پہلے میں ایلیاہ کو تمہارے پاس بھیجونگا (۴:۵)۔۔۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا غلغلہ بلند ہوا۔تو یہودیوں میں یہ خیال پھیل گیا کہ شاید ایلیاء نبی آگئے ہیں (مرقس ۶: ۱۴۔۱۵) خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں یہ خیال پھیلا ہوا تھا کہ ایلیاء نبی آنے والے ہیں۔مگر حضرت (عیسیٰ۔ناقل) نے یہ فرما کر ان کی غلط فہمی کو رفع کردیا کہ ایلیاء تو آچکا اور لوگوں نے اسے پہچانا نہیں بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا" اس سے حواری خود جان گئے کہ دراصل آنے والے حضرت یحیٰ تھے نہ کہ آٹھ سو برس گذرے ہوئے پہلے الیاس"

(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۰۵۔۳۰۶ نوٹ نمبر ۷۳)

سوال:۔مودودی صاحب بتائیں کہ یحیٰ علیہ السلام ایلیاء نبی ہوسکتے ہیں تو امت محمدیہ کا کوئی فرد کیوں ابن مریم کی آمد کی پیشگوئی کا مصداق نہیں ہوسکتا؟

مودودی صاحب کی انقطاع نبوت کے متعلق احادیث کی تشریح

انقطاع نبوت کے بارے میں احادیث کا اصولی جواب تو دیا جا چکا ہے۔اب میں ذرا تفصیل سے مودودی صاحب کی پیش کردہ احادیث پر الگ الگ روشنی ڈالتا ہوں:۔

حدیث اول:۔قال النبی ﷺ کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبیٌ خلفہٗ نبیٌ و انہٗ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء.

(بخاری کتاب المناقب باب ذکر عن بنی اسرائیل)

ترجمہ:۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ بنی اسرائیل کے کچھ انبیاء سیاست کرتے رہے۔جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو ایک نبی اس کا جانشین ہوتا اور کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں اور عنقریب خلفاء ہوں گے۔

مودودی صاحب نے **کانت بنو اسرائیل تسوسھم** کا ترجمہ لکھا ہے۔''بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے'' صحیح ترجمہ محض قیادت نہیں بلکہ سیاست والی قیادت ہے۔ پس یہ مذکور انبیاء صاحبِ سیاست تھے۔ویسے بنی اسرائیل میں بہت سے ایسے نبی بھی گزرے ہیں جو صاحبِ سیاست نہ تھے۔جیسے مثلاً حضرت زکریا حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام۔ اس حدیث میں رسول کریم ﷺ نے **لانبی بعدی** کے الفاظ **کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء** کے سیاق میں ان معنوں میں فرمائے ہیں کہ میرے بعد کوئی صاحبِ سیاست نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ صاحبِ سیاست قریب زمانہ میں خلفاء ہوں گے۔

صحیح مسلم کی حدیث جو کتاب الفتن باب خروج الدجال میں نواس بن سمعان سے مروی ہے اس میں آنحضرت ﷺ نے چار دفعہ مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا ہے۔اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی دو حدیثوں میں ''**امامکم منکم** اور **فامکم منکم**''فرما کر امت محمدیہ میں سے ہونے والا امت کا امام بھی قرار دیا ہے۔پس ان حدیثوں کے مطابق مسیح موعود کی آمد **لانبی بعدی** کے خلاف نہیں کیونکہ وہ صاحب سیاست نبی نہیں کیونکہ صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر

الدجال کی حدیث میں اس کی دعا کے ذریعہ یاجوج ماجوج سے مقابلہ کا ذکر ہے۔ اور صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم میں اس کے لئے **یضع الحرب** کے الفاظ وارد ہیں۔ کہ وہ لڑائی کو روک دے گا۔ نیز مسیح موعود آنحضرت ﷺ کے بعد نائب النبوّت ہے نہ کہ مستقل اور تشریعی نبی۔

حدیث دوم:۔ **قال النبی ﷺ ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجلٍ بنیٰ بیتاً فاحسنهٗ و اجملهٗ الا موضع لبنةٍ من زاویةٍ فجعل الناس یطوفون بهٖ و یعجبون لهٗ و یقولون هلاّ وضعت هذهٖ اللبنة فانا اللبنة و انا خاتم النبیین** (صحیح بخاری)

ترجمہ:۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ کہ میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال ایسے مرد کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا تو اسے اچھا اور خوبصورت بنایا کونے کی ایک اینٹ کے سوا۔ پس لوگ اس کا طواف کرتے اور اس پر حیران ہوتے اور کہتے کہ یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔ پس میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اس حدیث میں رسول کریم ﷺ اپنی تمثیل اپنے سے پہلے آنے والے شارع اور مستقل انبیاء سے دی ہے۔ نہ کہ اپنے بعد آنے والے مسیح موعود نبی اللہ سے جو نبی بھی ہے۔ اور امتی بھی جو نہ شارع نبی ہے نہ مستقل نبی۔ بلکہ ظلی نبی یا امتی نبی ہے۔ اس حدیث میں گھر سے مراد شریعت کا گھر ہے جس کی تکمیل کے لئے آپ کا ظہور آخری کامل شریعت لانے والے نبی کی حیثیت میں ہوا۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں جلد ۶ ص ۵۵۹ دار نشر الکتب الاسلامیہ شارع شیش محل لاہور پر اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے:۔

المراد هنا النظر الیٰ الاکمل بالنسبة الی الشریعة المحمدیة مع ما مضیٰ من الشرائع السابقه.

ترجمہ:۔ مراد یہ ہے کہ اس جگہ سابقہ شریعتوں کے ساتھ شریعت محمدیہ کا اکمل شریعت ہونا مدنظر ہے گویا یہ بتانا مقصود ہے کہ شریعت محمدیہ اکمل شریعت ہے اور سابقہ قائم رہنے والی

تعلیموں کی جامعہ ہے۔

جماعت احمدیہ بھی ایمان رکھتی ہے کہ شریعت لانے والے انبیاء اور مستقل انبیاء میں سے آنحضرت ﷺ عمارتِ شریعت کی تکمیل میں آخری اینٹ ہوکر آخری شارع نبی ہیں۔یعنی اب تا قیامت کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔مسیح موعود کو تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد شارع نبی قرار نہیں دیا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی قرار دیا ہے۔پس مسیح موعود کی آمد آنحضرت ﷺ کی عمارت شریعت کی آخری اینٹ اور خاتم النبیین ہونے کے منافی نہیں۔کیونکہ وہ تو آنحضرت ﷺ کے بعد آپؐ کے نائب النبوت کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

’’خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔زمانہ محمدیؐ کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قربِ قیامت کا زمانہ ہے۔اور اس تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا۔جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اس کا نام خاتم الخلفاء ہے۔پس زمانۂ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے اور ضروری تھا کہ یہ سلسلہ منقطع نہ ہو جب تک وہ پیدا نہ ہولے کیونکہ وحدتِ اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوۃ کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے‘‘

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۹۰۔۹۱)

<u>**حدیث سوم**</u>:۔مودودی صاحب نے تیسری حدیث صحیح مسلم سے یہ پیش کی ہے کہ

ان رسول اللہ قال فضلت علی الانبیاء بستٍ اعطیت جوامع الکلم نصرت بالرعب احلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً وطھورًا وارسلت الی الخلق کآفۃً وختم بی النبیون (مسلم۔ترمذی۔ابن ماجہ)

ترجمہ:۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔میں چھ باتوں میں تمام نبیوں پر فضیلت دیا گیا ہوں۔مجھے جوامع الکلم دیئے گئے۔رعب سے میری نصرت کی گئی۔غنیمتیں میرے لئے حلال کی گئیں۔اور

تمام زمین میرے لئے مسجد اور بذریعہ تیمّم پاک کرنے والی بنائی گئی۔اور میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا۔اور میرے ذریعہ تمام انبیاء پر مہر لگائی گئی یعنی ان کی نبوتوں کو مستند کیا گیا۔

اب واضح ہو کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں اپنی چھٹی فضیلت **ختم بی النبیون** بیان فرمائی ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک آپ کا خاتم النبیین ہونا آپ کے افضل النبیین ہونے کا روشن ثبوت ہے گویا آپ کا افضل النبیین ہونا آپ کے خاتم النبیین ہونے کو لازم ہے۔مگر مولوی ابو الاعلیٰ صاحب مودودی اپنے کتابچہ ختم نبوت میں اس کے برخلاف جماعت احمدیہ کے ذکر میں یہ لکھتے ہیں:۔

''ایک دوسری تاویل اس گروہ نے یہ بھی کی ہے۔کہ خاتم النبیین کے معنی افضل النبیین کے ہیں یعنی نبوت کا دروازہ تو کھلا ہے۔البتہ کمالات نبوت حضور پر ختم ہو گئے۔لیکن یہ مفہوم لینے میں بھی وہی قباحت ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے''

آنحضرت ﷺ تو اس حدیث میں اپنے خاتم النبیین ہونے کو اپنے افضل النبیین ہونے پر دال قرار دیتے ہیں مگر مودودی صاحب کو اس دلالت میں قباحت نظر آتی ہے۔گویا وہ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین کے الفاظ افضل النبیین پر دلالت رکھنے میں قباحت سمجھتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کے خلاف راہ نکالنا چاہتے ہیں وہ سن لیں!

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید

کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پس اس حدیث کی رو سے **ختم بی النبیون** کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ انبیاء کی نبوتیں آپؐ کی مہر نبوت سے مستند ہوئی ہیں۔اور یہ امر لزوماً آپ کے افضل النبیین ہونے پر دال ہے کیونکہ ایسا نبی جس کی مہر سے انبیاء کی نبوت مستند ہوئی لازماً اپنے ظہور پر آخری تشریعی نبی اور افضل النبیین ہونا چاہئے۔چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے **ختم بی النبیون** کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ:۔

ای لا یوجد من یأمرهُ الله سبحانهٗ تعالیٰ بالتشریع علی الناس

(تفہیمات الٰہیہ تفہیم نمبر۵۴ ص۸۵ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ)

یعنی آئندہ کوئی ایسا نبی پیدا نہیں ہوگا۔ جسے اللہ تعالیٰ شریعت دے کر لوگوں پر مامور کرے۔

حدیث چہارم:۔ان الرسالۃو النبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی و لانبی۔

ترجمہ:۔رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی ہے۔پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی۔

تشریح:۔چونکہ دوسری حدیثوں میں مسیح موعود کو خود نبی کریم ﷺ نے نبی اللہ قرار دیا ہے۔اور اس کے اپنے بعد آنے کی خبر دی ہے۔اور اسے امتی بھی قرار دیا ہے۔اس لئے امام ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے:۔

لامنافاۃ بین ان یکون نبیّاً و ان یکون متابعاً لنبینا ﷺ فی بیان احکام شریعتہ و اتقان طریقتہ و لو بالوحی الیہ.

یعنی موعود عیسیٰ کے نبی ہونے اور اس کے آنحضرت ﷺ کے تابع ہونے میں آپ کی شریعت کے احکام بیان کرنے اور آپ کی طریقت کو پختہ کرنے میں کوئی منافات نہیں۔خواہ وہ یہ کام اس وحی سے کریں جو ان پر نازل ہو۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد۵ ص۵۶۴)

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن العربی اس حدیث کی تشریح میں آنحضرت کی مراد یہ بیان کرتے ہیں:۔

ای لانبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی (فتوحات مکیہ جلد۲ ص۳ مطبع دارالکتب العربیہ الکبریٰ مصر)

یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہے جو میری شریعت کے مخالف شریعت پر ہو۔ بلکہ جب کبھی کوئی نبی ہوگا۔تو وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا۔

پس اس طرح علماء نے اس حدیث کی مسیح موعود نبی اللہ کی آمد والی حدیث سے تطبیق دے دی ہے۔اور حدیث زیر بحث میں تشریعی رسالت اور نبوت کا انقطاع مراد لیا ہے۔

حدیث پنجم :۔''**قال النبی ﷺ اناالعاقب و العاقب الذی لیس نبیٌ بعدہٗ**''
ترجمہ:۔ نبی ﷺ نے کہامیں العاقب ہوں۔اورالعاقب وہ ہے جس کے بعدکوئی نبی نہیں۔

اس حدیث کا راوی سفیان بن عینیہ مدلّس ہے ۔اس کے حواس بجا نہیں رہے تھے۔شمائل ترمذی باب ماجاء فی اسماء رسول اللہﷺ میں **والعاقب الّذی لا نبی بعدہٗ** کے متعلق لکھاہے۔**ھذا قول الزھری** ۔کہ یہ زھری کا قول ہے۔یعنی رسول کریم ﷺ کے الفاظ نہیں۔مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھاہے۔

''**الظاھر ان ھذا تفسیرٌ للصحابی او من بعدہٗ وفی شرح مسلم قال ابن الاعربی العاقب الذی یخلف فی الخیر من کان قبلہٗ**''

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد۵ص۲۷۶برحاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی باب السماء النبیؐ)

ترجمہ:۔ظاہرہے کہ**العاقب الذی لانبی بعدہٗ** کسی صحابی یابعدمیں آنے والے کی تفسیر ہے (یعنی نبی کریم ﷺ کاقول نہیں ہے)اورابن اعرابی نے کہاہے۔**العاقب** وہ ہے جو نیک کاموں میں اپنے سے پہلوں کا قائم مقام ہو۔

پس العاقب کے یہی معنے درست ہیں کہ آنحضرتؐ تمام پہلے نبیوں کے نیک کاموں میں قائم مقام ہیں۔

بہرحال **العاقب الذی لیس بعدہٗ نبیٌ** زہری کاقول ہویاکسی اورکا۔یہ الفاظ مدلّس ہیں جوبطورشرح متن حدیث کےساتھ شامل کئے گئے ہیں۔اوران سے مرادبھی شارح کی تشریعی نبوت کاانقطاع ہے کیونکہ مسیح موعود کے لئے امتی اور نبی ہونے کی پیشگوئی خودرسول اللہ ﷺ نے کی ہے ۔پس مسیح موعود کے آنحضرت ﷺ کے نائب النبوۃ ہونے کا امتناع اس حدیث سے ثابت نہیں ہوسکتا۔

حدیث ششم :۔**قال النبی ﷺ انا اٰخر الانبیاء و انتم اٰخر الامم**۔یعنی نبی ﷺ نے کہامیں آخری نبی ہوں اورتم آخری امت ہو۔

تشریح :۔اس حدیث میں الانبیاء کا الف لام عہد خارجی کا ہے اور مراد تمام انبیاء سابقین ہیں۔جو تشریعی اور مستقل نبی تھے مسیح موعود کو تو خود اپنے بعد رسول کریم ﷺ نے نبی اور امتی قرار دیا ہے۔پس اس حدیث سے مسیح موعود کی نبوت کا جو نائب النبوۃ ہے امتناع لازم نہیں آتا۔کیونکہ وہ مستقل نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی ہے اور ایک پہلو سے امتی۔اور جو خود امتی بھی ہو۔وہ نئی امت نہیں بنا سکتا۔نئی امت تو صرف مستقل یا شارع نبی ہی بنا سکتا ہے۔

پس آخر الانبیاء آنحضرت ﷺ تشریعی اور مستقل انبیاء سے ہیں اس لئے امت بنانے والے انبیاء میں سے آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں اور مسیح موعود چونکہ نئی امت بنانے والے نبی نہیں اس لئے امت محمدیہ آخری امت ہے۔اور ہمیشہ آخری امت رہے گی۔

عربی زبان کے محاورہ میں آخر کا لفظ افضل کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے ایک شاعر کہتا ہے۔

شَریٰ وُدِّیْ وَشُکْرِیْ مِنْ بَعِیْدٍ
لِاٰ خِرِ غَالِبٍ اَبَداً رَبِیْعٌ

(دیوان حماسہ باب الحماسہ وقال قیس بن زھیر ص ۱۲۵، لابی تمام حبیب بن اوس الطائی المکتبۃ السّلفیہ لاہور)

اس کا ترجمہ مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے یہ کیا ہے۔

ربیع بن زیاد نے میری دوستی اور شکر کو دور بیٹھے ایسے شخص کے لئے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لئے عدیم المثال ہے۔خرید لیا ہے۔

آخر کے ان معنوں کے لحاظ سے حدیث کے یہ معنی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں عدیم المثال نبی ہوں اور تم عدیم المثال امت ہو۔

ان معنوں کی صحت پر آیت قرآنیہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلْنَّاسِ بھی شاہد ناطق ہے۔پس یہ حدیث بھی نائب النبوۃ مسیح موعود کی امتی نبوت کی آمد کے خلاف پیش نہیں ہوسکتی نہ ظاہری معنوں میں نہ محاورہ کے معنوں میں۔

حدیث ہفتم:۔عن عبد الرحمن ابن جبیر قال سمعت عبد الله بن عمر خرج علینا رسول الله ﷺ یوماً کالمودع فقال انا محمد النبی الامی ولا نبی بعدی

(مسند احمد عبداللہ بن عمر بن العاص)

ترجمہ:۔عبدالرحمٰن بن جبیر سے مروی ہے۔اس نے کہا میں نے عبداللہ بن عمر کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہم پر رخصت کئے گئے کی طرح نکلے۔پس فرمایا۔میں محمد امی نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

واضح ہو کہ علماء کے نزدیک لا نبی بعدی کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی ناسخ شریعت نہیں آسکتا۔چنانچہ امام ملاّ علی قاری لکھتے ہیں:۔

”معناه عند العلماء لا یحدث بعدہٗ نبی بشرعٍ ینسخ شرعہٗ“

(الاشاعہ فی اشراط الساعہ ص۱۴۹ مطبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ترجمہ:۔لا نبی بعدی کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہیں ہوگا۔جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

علماء لا نبی بعدی کے یہ معنی لینے کے لئے اس لئے مجبور ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے بعد آنے والے موعود عیسیٰ کو نبی اللہ بھی قرار دیا ہے۔

حدیث ہشتم:۔قال رسول الله ﷺ لانبوۃ بعدی الا المبشرات قیل وما المبشرات قال الرویاء الحسنة او قال الرویاء الصالحة۔

(مسند احمد بن حنبل مرویات ابو طفیل۔نسائی۔ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔میرے بعد المبشرات کے سوا اور کوئی نبوت نہیں۔کہا گیا۔المبشرات کیا ہیں؟ فرمایا۔الرویا الحسنہ یا کہا الرویاء الصالحہ۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ نبوت کلیۃً منقطع نہیں ہوئی بلکہ المبشرات والی نبوت باقی ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد صدی دوازدہم فرماتے ہیں۔

لان النبوۃ تتجزّی وجزءٌ منہا باقٍ بعد خاتم الانبیاء. کہ نبوت منقسم ہے اوراس کی ایک جزو خاتم الانبیاء کے بعد باقی ہے۔ (المسوّٰی جلد۲ص ۲۱۶)

مسیح موعود کو بھی المبشر ات کا معتد بہ حصہ پانے کی وجہ سے حدیث نبوی میں نبی اللہ کا نام دیا گیا ہے۔المبشر ات کورویاء صالحہ یا رویاء الحسنہ وسیع معنوں میں قرار دیا گیا ہے۔رویاء کا لفظ مکاشفات اوروحی البشائر پر بھی مشتمل ہے۔چنانچہ وحی البشائر کو جاری مانا گیا ہے۔چنانچہ لکھا ہے:۔

قد یکون وحی البشائر بو اسطۃ ملکٍ (الیواقیت والجواہر جلد۲ص ۹۶)

پس تشریعی وحی منقطع ہو چکی ہے اوروحی البشائر باقی ہے اس کے پانے کی وجہ سے ہی مسیح موعود کو نبی اللہ کا نام دیا گیا ہے۔

علامہ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

اللام فی النبوۃ للعہد والمعنیٰ لم یبق بعد النبوۃ المختصۃ لی الا المبشرات۔ (فتح الباری جلد۱۲ص ۳۷۵ دارنشر الکتب السلامیہ شارع شیش محل لاہور)

ترجمہ:۔اس حدیث میں النبوۃ کا الف لام عہدی ہے۔گویا ہر قسم کی نبوت منقطع نہیں ہوئی ہے۔ اورمعنی یہ ہیں کہ میری نبوت مختصہ کے بعد صرف المبشر ات کا پانا باقی رہ گیا ہے۔

گویا یہ حدیث بتاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت مختصہ یعنی آخری تشریعی نبوت کے بعد اب امتی کے لئے صرف المبشر ات نبوت میں سے باقی ہیں۔پس جو نبی بھی آنحضرت ﷺ کے بعد آسکتا ہے۔وہ نبوت مختصہ نہیں رکھے گا۔بلکہ آنحضرت ﷺ کا ظل ہو کر صرف المبشر ات والی نبوت ہی پاسکتا ہے۔

حدیث نہم:۔**قال النبی ﷺ لو کان بعدی نبیٌ لکان عمر**۔(ترمذی جلد۲ص ۲۹)

ترمذی میں اس حدیث کے متعلق لکھا ہے۔**ھذا حدیثٌ غریبٌ** پھر اس کا راوی مشرح بن ھاعان ضعیف شمار کیا جاتا ہے۔

(ملاحظہ ہو میزان الاعتدال جلد۲ وتہذیب التہذیب ص ۱۵۸)

بصورتِ تسلیم اس کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر خدا مجھے نبی نہ بناتا تو میرے بعد عمر کو نبی بناتا۔ اس حدیث میں بعدی کے معنیٰ غیری وسوائی کے ہیں۔ چنانچہ دو حدیثیں جو اس کے بالمعنیٰ مروی ہیں ہمارے ان معنیٰ کی مؤید ہیں:۔

اوّل:۔ ''لو لم اُبْعث لبُعِثتَ یا عمر'' ۔(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد۵ ص۵۳۹۔)

ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں مبعوث نہ کیا جاتا تو اے عمر! تو مبعوث کیا جاتا۔

دوم:۔ ''لو لم ابعث لَبُعِثَ عمر فیکم''

(کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق جلد اول ص۵ المکتبۃ اسلامیہ سمندری لائلپور)

ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو تم میں عمر مبعوث ہوتا۔

پس حدیث زیر بحث میں حضرت عمرؓ کے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں نبی بننے کی نفی کی ہے نہ کہ قیامت تک کے لئے کسی کے نبی بننے کی نفی۔

حدیث دہم:۔ **قال رسول الله ﷺ لعليٍ انت منيّ بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لانبی بعدی.**

ترجمہ:۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ تو مجھ سے وہ نسبت رکھتا ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ مگر (میری غیر حاضری میں) میرے سوا کوئی اور نبی نہیں۔

مولوی مودودی صاحب اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''غزوہ تبوک پر تشریف لے جاتے ہوئے نبی ﷺ نے حضرت علیؓ کو مدینہ طیبہ کی حفاظت ونگرانی کے لئے اپنے پیچھے چھوڑنے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ منافقین نے اس پر طرح طرح کی باتیں کہنی شروع کر دیں۔ انہوں نے بالآخر حضور سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں اس موقعہ پر حضور نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ تم میرے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہو۔ جو موسیٰ کے ساتھ ہارون رکھتے تھے یعنی جس طرح حضرت

موسیٰ نے کوہ طور پر جاتے ہوئے حضرت ہارونؑ کو بنی اسرائیل کی نگرانی کے لئے پیچھے چھوڑا تھا۔ اسی طرح میں تمہیں مدینے کی حفاظت کے لئے پیچھے چھوڑے جارہا ہوں۔لیکن اس کے ساتھ ہی حضور کو اندیشہ ہوا کہ حضرت ہارونؑ کے ساتھ تشبیہ کہیں بعد میں کسی فتنے کا موجب نہ بن جائے۔اس لئے فوراً آپ نے تصریح فرمادی۔کہ میرے بعد کوئی شخص نبی ہونے والا نہیں''

تشریح:۔میرے بعد سے مراد اگر جنگ تبوک کے زمانہ میں غیر حاضری مراد لی جائے جیسا کہ مودودی صاحب کے پیش کردہ سیاق میں ہے تو حدیث ہذا کے الفاظ **لانبی بعدی** کے یہ معنی ہوئے۔کہ میری اس غیر حاضری میں کوئی اور شخص نبی نہیں۔مراد یہ ہوئی اس تشبیہہ سے حضرت علیؓ کو میری اس غیر حاضری میں اسی طرح نبی نہ سمجھ لیا جائے جس طرح ہارون موسیٰ کے کوہ طور پر جانے پر ان کی غیر حاضری میں نبی بھی تھے۔چنانچہ اس کے بالمعنیٰ ایک حدیث **غیر انک لست نبیاً** کے الفاظ بھی وارد ہیں۔جن کے یہ معنی ہیں کہ مگر اے علی! تو نبی نہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد۳ص ۲۵ دار صادر بیروت)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد صدی دوازدہم کے نزدیک اس حدیث میں بعد کا لفظ بعدیت زمانی کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ غیری یا سوائی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔اس صورت میں حدیث کا مفہوم یہ ہوگا۔کہ میرے حضرت علی کو امیر مدینہ قرار دیتے ہوئے ہارون سے تشبیہہ دینے سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ حضرت علی حضرت ہارون کی طرح میری اس غیر حاضری میں نبی بھی ہوں گے۔کیونکہ میری اس غیر حاضری میں میرے سوا کوئی اور شخص نبی نہیں۔

اب واضح ہو کہ اس حدیث میں بعدیت زمانی علی الاطلاق اس لئے مراد نہیں ہوسکتی کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسری حدیثوں میں خود اپنے بعد آنے والے موعود عیسیٰ کو اپنے بعد نبی اللہ قرار دیا ہے۔اور اپنا امتی بھی۔

حدیث یازدہم:۔**عن ثوبان قال رسول اللہ ﷺ .....وانہٗ یکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہٗ نبیٌّ وانا خاتم النبیین لانبی بعدی۔**

(ابوداؤد۔کتاب الفتن)

ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔میری امت میں تیس کذاب ہوں گے ہرایک ان میں سے نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا۔اور میں خاتم النبیین ہوں۔میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

واضح ہو کہ مسیح موعود کو خود آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد نبی اللہ بھی قرار دیا ہے اور اپنا امتی بھی۔پس وہ تو ان کذاب دجالوں میں شامل قرار نہیں دیا جا سکتا۔کیونکہ اس کا صادق ہونا دوسری حدیثوں سے ثابت ہے۔اور خود رسول کریم ﷺ نے اس کے بارہ میں یہ بھی فرمادیا ہے کہ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں۔(مسلم کتاب الفضائل باب فضائل عیسیٰ علیہ السلام)

پس بعدی سے اگر بعدیت زمانی مراد لی جائے تو اس حدیث کا تعلق مسیح موعود اور آنحضرت ﷺ کے درمیانی زمانہ میں امت میں سے نبوت کا دعویٰ کرنے والے تیس کذابوں سے ہے۔اور **خاتم النبیین لانبی بعدی** کے الفاظ سے ان کی نبوت کی تردید مقصود ہے۔کیونکہ ان کا دعویٰ نبوت رسول کریم ﷺ کی اس پیشگوئی کے خلاف ہے۔کہ میرے اور مسیح کے درمیان کوئی نبی نہیں۔خاتم النبیین کے حقیقی معنی نبیوں کے لئے مؤثر اور ان کی نبوتوں کے مصدق کے ہیں۔اس لئے یہ درمیانی زمانہ کے مدعیانِ نبوت نبی کریم ﷺ سے تصدیق یافتہ نہ ہونے کی وجہ سے مفتری اور کذاب دجال قرار پاتے ہیں۔**لانبی بعدی** کا مفہوم یہ قرار پاتا ہے کہ اس درمیانی عرصہ میں آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔مسیح موعود کے اپنے بعد نبی اللہ ہونے کی تصدیق خود آنحضرت ﷺ نے فرمادی ہے۔لہٰذا اس کا آنا حدیث ھذا کے الفاظ **انا خاتم النبیین لانبی بعدی** کے خلاف قرار نہیں پاسکتا۔اس طرح دونوں حدیثوں کی اس حدیث سے تطبیق ہو جاتی ہے۔

دوسری صورت تطبیق کی یہ ہے کہ الفاظ خاتم النبیین کے یہ معنی ہوں کہ انبیاء کی تصدیق کرنے والا اور ان کے لئے مؤثر ذریعہ تو میں ہوں میرے مقاصد کے مخالف کوئی نبی نہیں آسکتا۔مسیح موعود کا آنا چونکہ آپ کے مقاصد کے خلاف نہیں بلکہ وہ آپ کے دین کا مجدد ہے اس لئے

اس کا ظہور بطور ظل ہے۔اور ظل اور اصل میں منافات نہیں ہوتی ۔کیونکہ ظلیت اتحاد پیدا کرتی ہے نہ کہ تخالف ۔اس صورت میں لا نبی بعدی کے الفاظ میں بعد کے معنی خلاف کے ہوں گے ۔جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فبای حدیثٍ بعد اللہ وایٰتہٖ یومنون (سورۃ جاثیہ آیت ۶) کہ خدا اور اس کی آیتوں کے بعد (یعنی خدا اور اس کی آیتوں کے خلاف)اور کس بات پر ایمان لاتے ہیں ۔اگر اس آیت میں بعد کے معنی خلاف نہ کئے جائیں ۔تو قرآنی آیات کے بعد احادیث نبویہ قابل ایمان نہیں رہتیں ۔پس مراد آیت ھذا میں **بعد اللہ و ایٰتہٖ** سے یہ ہے کہ خدا اور اس کی آیتوں کے خلاف ۔چونکہ صحیح احادیث نبویہ خلاف قرآن نہیں ہوتیں اس لئے ان کا ماننا اس آیت کی رو سے ضروری ہے ۔بعد اللہ کے لفظ میں بعدیت زمانی مراد نہیں ہوسکتی ۔لہٰذا بعدیت وصفی مراد ہوگی ۔اور مراد بعد کے لفظ سے خلاف ہوگی ۔اس طرح لا نبی بعدی کے معنی ہوں گے ۔آئندہ کوئی مدعی نبوت جو میرے مخالف ہو اور میرا مؤید نہ ہو اور مجھ سے تصدیق یافتہ نہ ہو ۔ہرگز نہیں آسکتا ۔یہ ہیں معنی اس حدیث کے الفاظ **انا خاتم النبیین لا نبی بعدی** کے ۔**فتدبر**۔

حدیث دوازدہم:۔ **"قال النبی ﷺ لقد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احدٌ فعمر"**

(صحیح بخاری کتاب المناقب)

ترجمہ:۔ نبی ﷺ نے فرمایا ۔تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے آدمی گزرے ہیں ۔جو بغیر نبی ہونے کے (خدا سے)ہمکلامی کا شرف دیئے جاتے تھے ۔اگر میری امت میں کوئی ایسا ہوا تو وہ عمر ہیں ۔

حدیث ھذا کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا تعلق صرف غیر نبی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پانے والوں سے ہے ۔جن میں سے ایک حضرت عمر بھی ہیں ۔اس حدیث کا ہرگز یہ منشاء نہیں کہ امت محمدیہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی اور شخص خدا سے ہمکلامی کا شرف نہیں رکھے گا ۔نہ نبی اور نہ غیر نبی ۔کیونکہ واقعات شاہد ہیں کہ امت محمدیہ میں ہزاروں اولیاء اللہ نے خدا سے

ہمکلامی کا شرف پایا ہے۔ مسیح موعود کو تو امت محمدیہ میں آنحضرت ﷺ نے صاحب وحی اور نبی اللہ بھی قرار دیا ہے۔

حدیث سیزدہم:۔قال رسول اللہ ﷺ **لانبی بعدی و لا امة بعد امتی۔**

(بیہقی کتاب الرویاء۔طبرانی)

ترجمہ:۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ میری امت کے بعد کوئی اور امت ہے۔

لا نبی بعدی کے الفاظ جو احادیث میں آئے ہیں ان کی تشریح میں ہم امام علی القاری علیہ الرحمۃ کا یہ قول پیش کر چکے ہیں۔

”ورد لانبی بعدی معناہ عند العلماءِ یحدث بعدہٗ نبی بشرعٍ ینسخ شرعہٗ“

(الاشاعہ فی اشراط الساعہ ص۱۴۹ مطبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ترجمہ:۔حدیث لا نبی بعدی کے الفاظ وارد ہیں اس کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ آئندہ کوئی ایسا نبی پیدا نہیں ہوگا۔جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے

پس جب اس حدیث کی رو سے آنحضرت ﷺ آخری تشریعی نبی قرار پاتے ہیں کیونکہ تشریعی اور مستقل نبی ہی نئی امت بناتا ہے۔لہٰذا اس حدیث کا مفاد صرف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شارع نبی نہیں آئے گا جو نئی امت بنا سکے۔مسیح موعودؑ کو اپنے بعد آنحضرت ﷺ نے نبی اللہ بھی قرار دیا ہے اور اپنا امتی بھی۔پس وہ نئی امت بنانے والا نبی نہیں کیونکہ وہ ایک پہلو سے نبی ہے اور ایک پہلو سے امتی بھی۔اور جو خود امتی بھی ہو وہ نئی امت نہیں بنا سکتا۔

حدیث چہاردہم:۔قال رسول اللہ ﷺ **انی اٰخر الانبیاء و ان مسجدی اٰخر المساجد۔**(مسلم)

ترجمہ:۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد

ہے۔

اس حدیث کی تشریح ہم مولوی مودودی صاحب کی تشریح کے پیش نظر درج کر چکے ہیں ۔ہم مودودی صاحب سے سوال نمبر۱۲میں دریافت کر چکے ہیں ۔کہ اگر آنحضرت ﷺ مطلق آخری نبی ہیں تو آپ نے مسیح موعود کو کیوں نبی اللہ قرار دیا ہے؟ (علمی تبصرہ ص ۷۱)

اس حدیث کی تشریح میں ہم علمی تبصرہ کے ص ۷۰ پر اس سوال سے پہلے مندرجہ ذیل تین حدیثیں بھی درج کر چکے ہیں ۔اول ۔**لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً**۔دوم ۔**ابوبکرٍ افضل ھذہ الامۃ الا یکون نبیٌ** ۔سوم۔ **ابوبکرٍ خیر الناس الا ان یکون نبیٌ** ۔ان ہر سہ احادیث سے ظاہر ہے کہ امت محمدیہ میں آنحضرت ﷺ کے نزدیک امتی نبی کا پیدا ہونا ممتنع نہیں بلکہ ممکن ہے۔

لہٰذا ان حدیثوں کی روشنی میں آنحضرت ﷺ آخر الانبیاء اپنی تشریعی اور مستقلہ حیثیت کے ساتھ ہیں اور آپ کے نزدیک مسجد نبوی اپنی حیثیت حاصلہ خاصہ کے لحاظ سے آخری مسجد ہے۔وہ حیثیت یہ ہے۔کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں:۔**صلوٰۃٌ فی مسجدی ھذا خیرٌ من الف صلوٰۃٍ فی ما سواہ الا المسجد الحرام**۔میری اس مسجد میں نماز کا ثواب دوسری مساجد کے ثواب سے سوائے مسجد الحرام ہزار گنا زیادہ ہے ۔اسی حیثیت حاصلہ میں مسجد نبوی آخری مسجد ہے نہ کہ مطلق آخری مسجد اسی طرح آنحضرت ﷺ اپنی حیثیت حاصلہ کے لحاظ سے جس میں شریعت تامہ کاملہ مستقلہ الیٰ یوم القیامۃ کا لانا بھی ہے آخری نبی ہیں۔نہ کہ مطلق آخری نبی۔

پس آنحضرت ﷺ کی مسجد کے بعد جس طرح دوسری مساجد کا بنانا جائز ہے جو مسجد نبوی کا ظل ہوں اسی طرح آنحضرت ﷺ کے بعد غیر تشریعی نبی کا آنا جائز ہوا جو آنحضرت ﷺ کا ظل ہو۔اسی حیثیت میں آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا ہے۔

اس حدیث کے یہ معنے بھی ہیں کہ مسجد نبوی نئے طریق عبادت کے لحاظ سے آخری

مسجد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نئی شریعت لانے میں آخری نبی ہیں۔

ایک نکتہ معرفت:۔اس جگہ ایک نکتہ معرفت یاد رکھنا چاہیئے ۔امام الصوفیاء ابی عبداللہ بن محمد بن علی بن الحسین الحکیم الترمذی کے بیان کے مطابق جس طرح دائرہ نبوت متمثلہ فی الخارج میں جو نقاط انبیاء ہیں وہ سب نقطہ محمدی سے کمال حاصل کر کے کامل ہوتے ہیں اور یہ نقطہ محمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود بطور خاتم ہے اسی طرح دائرہ ولایت میں جس قدر نقاط اولیاء ہیں وہ بھی ایک نقطہ خاتم سے کمال حاصل کرتے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی دونوں دائروں میں سے دائرہ نبوت کا آخری نقطہ ہوکر خاتم الانبیاء ہیں۔اور دائرہ ولایت میں آخری نقطہ ہوکر خاتم الاولیاء ہیں۔انتہٰی مفہوم خلاصہ کلامہ۔(مقدمہ کتاب الریاضہ۔وادب النفس۔شائع کردہ عصفی البابی واولادہٗ بمصر ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء)

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم اولیاء ہونے کے بعد آپؐ کے بعد اولیاء کا آنا منقطع نہیں ہوا۔بلکہ وہ آپ کے فیض سے ہزاروں ہو چکے ہیں تو آپؐ کے خاتم الانبیاء ہونے کا یہ مفہوم نہیں ہوسکتا کہ آپؐ مطلق آخری نبی ہیں۔بلکہ مراد یہ ہے کہ آخری شارع اور مستقل نبی ہیں۔اور کوئی نبی اس حیثیت میں تو آپ کے بعد نہیں آسکتا۔البتہ آپؐ کے تابع امتی نبی کی حیثیت میں مقام نبوت مطلقہ پاسکتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے بے نیاز ہوکر کوئی شخص مقام ولایت نہیں پاسکتا۔

اب آخر میں ہم ایک حدیث قدسی پیش کرتے ہیں جو اس امر پر روشن دلیل ہے کہ اس امت کا نبی اس امت میں سے ہی ہوسکتا ہے کوئی پہلا نبی نہیں آسکتا۔وہ حدیث یہ ہے:۔

''واخرج ابو نعیمٍ فی الحلیة عن انسٍ قال قال رسول الله اوحی الله الیٰ موسیٰ نبیٌّ بنی اسرائیل انهٗ من لقینی وھو جاھدٌ باحمد ادخلته النار قال یارب ومن احمد قال ما خلقت خلقاً اکرم علیّ منه کتبت اسمهٗ مع اسمی فی العرش قبل ان اخلق السمٰوٰت والارض .ان الجنة محرمة علی جمیع خلقی

حتیٰ یدخلھا و امته .قال و من امتهٗ .قال الحمّادون یحمد صعوداً وھبوطاً وعلی کل حال یشدون اوساطھم ویطھرون اطرافھم صائمون بالنھار رھبانٌ باللیل.اقبل منھم الیسیر وادخلھم الجنةبشھادة ان لا اله الاالله .قال جعلنی نبی تلك الامة قال نبیھا منھا.قال اجعلنی من امة ذٰلك النبی قال استقدمت واستاخر ولکن ساجمع بینك وبینهٗ فی دار الجلال“

(الخصائص الکبریٰ جلداول مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباددکن **والمواھب اللدنیه للقسطلانی وترجمان السنة ونشر الطیب فی ذکر الحبیب)**

ترجمہ:۔ابونعیم نے اپنی کتاب الحلیہ میں حضرت انس سے تخریج کی ہے۔حضرت انس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔خدا نے بنی اسرائیل کے نبی موسیٰ کو وحی کی کہ جوشخص مجھ کو ایسی حالت میں ملے گا۔کہ وہ احمد (ﷺ) کا منکر ہوگا۔تو میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا۔خواہ کوئی ہو۔موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔احمد کون ہے؟ ارشاد ہوا۔میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جوان (احمد) سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو۔میں نے عرش پر ان کا نام اپنے نام کے ساتھ زمین وآسمان کے پیدا کرنے سے پہلے لکھا ہے۔بے شک جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک وہ نبی اوران کی امت جنت میں داخل نہ ہوں۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔آپ کی امت کون لوگ ہیں؟ ارشاد باری ہواوہ بہت حمد کرنے والے ہیں۔چڑھائی اور اترائی میں حمد کریں گے۔اپنی کمریں باندھیں گے اور اپنے اطراف (اعضاء) پاک رکھیں گے۔دن کو روزہ رکھیں گے اور رات کو تارک دنیا۔میں ان کا تھوڑا عمل بھی قبول کروں گا۔اورانہیں کلمہ **لاالہ الا اللہ** کی شہادت سے جنت میں داخل کروں گا۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھ کو اس امت کا نبی بنا دیجئے۔ارشاد ہوا۔اس امت کا نبی اس امت میں سے ہوگا۔عرض کیا مجھ کو ان (احمدؐ) کی امت میں سے بنا دیجئے۔ارشاد ہوا۔تم پہلے ہو گئے وہ پیچھے ہوں گے۔البتہ تم کو اوران کو دارالجلال (جنت) میں جمع کروں گا“

اس حدیث کے مطابق جس بناء پر موسیٰ علیہ السلام نہ اس امت کے نبی ہو سکتے ہیں نہ امتی اسی بناء پر عیسیٰ علیہ السلام بھی آنحضرت ﷺ کے بعد اصالتاً نہیں آ سکتے۔ پس حدیثوں میں ابن مریم کے نزول سے متعلق حدیثیں ان کے بروز اور مثیل سے متعلق ہیں جو امت میں سے ظاہر ہونے والا تھا۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین.